ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور
جولائی 2025ء

فضیلت و اہمیتِ علم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

بچوں کی تربیت اور اس کے تقاضے

خواتین کی معاشی کفالت اور اسلام کا تصورِ وراثت

دعوتِ دین میں خواتین کا کردار

صلح جوئی اور باہمی تعلقات

جہیز خاوند کی ذمہ داری ہے

پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی معرکہ آراء تصانیف

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 32 شمارہ: 6 / محرم الحرام ۱۴۴۷ھ / جولائی 2025ء

زیر سرپرستی بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر قرۃ العین فاطمہ

فہرس

اداریہ (اسلام میں امن وامان کی اہمیت)		06
فکرِ شیخ الاسلام فضیلت واہمیتِ علم	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	08
متوازن شخصیت فرامینِ رسول ﷺ کی روشنی میں	اے ناز ایڈووکیٹ	17
بچوں کی تربیت اور اس کے تقاضے	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	23
دعوتِ دین میں خواتین کا کردار	لبنیٰ مشتاق	32
خواتین کی معاشی کفالت اور اسلام کا تصورِ وراثت	دعا زہرہ	36
صلح جوئی اور باہمی تعلقات	فجر نعمان	40
جہیز خاوند کی ذمہ داری	محمد اقبال چشتی	45
منہاج القرآن ویمن کے زیراہتمام 9 روزہ ''ٹریننگ آف ٹرینرز'' کا آغاز (رپورٹ)		49

مجلس مشاورت

مسز فریدہ سجاد

لبنیٰ مشتاق

نوراللہ صدیقی

ڈاکٹر شاہدہ مغل

ڈاکٹر فرخ سہیل

ڈاکٹر اقبال چشتی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم

جویریہ سحرش، جویریہ وحید

ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم گرافکس: عبد السلام

فوٹوگرافی

قاضی محمود الاسلام

مجلہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کیے جاتے ہیں

ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا

بدلِ اشتراک

قیمت فی شمارہ -/60 روپے

سالانہ خریداری -/700 روپے

آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ 15 ڈالر

مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ 12 ڈالر

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info | E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡکُ ۫ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرُۨ. ۙالَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ. الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ہَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ. ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنۡقَلِبۡ اِلَیۡکَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّ ہُوَ حَسِیۡرٌ.

(الملک، ۶۷: ۱۔۴)

’’وہ ذات نہایت بابرکت ہے جس کے دستِ (قدرت) میں (تمام جہانوں کی) سلطنت ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو (اِس لیے) پیدا فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے، اور وہ غالب ہے بڑا بخشنے والا ہے۔ جس نے سات (یا متعدّد) آسمانی کرّے باہمی مطابقت کے ساتھ (طبق دَر طبق) پیدا فرمائے، تم (خدائے) رحمان کے نظامِ تخلیق میں کوئی بے ضابطگی اور عدمِ تناسب نہیں دیکھو گے، سو تم نگاہِ (غور و فکر) پھیر کر دیکھو، کیا تم اس (تخلیق) میں کوئی شگاف یا خلل (یعنی شکستگی یا اِنقطاع) دیکھتے ہو۔ تم پھر نگاہِ (تحقیق) کو بار بار (مختلف زاویوں اور سائنسی طریقوں سے) پھیر کر دیکھو، (ہر بار) نظر تمہاری طرف تھک کر پلٹ آئے گی اور وہ (کوئی بھی نقص تلاش کرنے میں) ناکام ہوگی۔‘‘

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟ قَالُوْا: اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ. قِيْلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُوْلُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ. وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ، فَقَدْ بَهَتَّهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ أَبُوْعِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (غیبت یہ ہے کہ) تم اپنے (مسلمان) بھائی کا اس طرح ذکر کرو کہ جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔ عرض کیا گیا: (یا رسول اللہ!) اگر وہ بات میرے اس بھائی میں پائی جاتی ہو جو میں کہہ رہا ہوں (تو کیا پھر بھی غیبت ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ بات اس میں ہے جو تم کہہ رہے ہو تو یہی تو غیبت ہے اور اگر (وہ بات) اس میں نہیں تب تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔‘‘

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۸۷۳)

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور
الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

(کلیاتِ اقبال، بالِ جبریل)

آزادی کا مطلب بے لگام ہوجانا نہیں ہے۔
آزادی کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ دوسرے لوگوں اور مملکت کے مفادات کو نظر انداز کر کے آپ جو چاہیں کر گزریں۔ آپ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور پہلے سے کہیں زیادہ۔ اب یہ ضروری ہے کہ آپ ایک منظم و مثبت قوم کی طرح کام کریں اس وقت ہم سب کو چاہیے کہ تعمیری جذبہ پیدا کریں۔

(قائدِاعظم محمد علی جناحؒ، ڈھاکہ یونیورسٹی، 26مارچ 1948ء)

سوشل میڈیا جہاں اس سے خیر کے کام لیتے ہیں شر کے اعتبار سے بھی بڑا دجال فتنہ ہے کیونکہ انسان کے ہاتھ میں پورا گناہوں کا منبہ ہے جو شے طبیعت کو رغبت دے اس کو کھولتے چلے جاتے ہیں۔ دیکھتے چلے جاتے ہیں، گناہ دیکھنے اور سنتے چلے جاتے ہیں۔ پہلے یہ خرابیاں صرف TV پر یقین اب سوشل میڈیا کے ذریعے ہاتھ میں آگئیں۔ اس کو دیکھتے چلے جاتے ہیں حتی کہ ہلاک ہوجاتے ہیں۔ بچ نکلنے کا راستہ نہیں رہتا۔

(خطاب بعنوان: خواطر کی اقسام: ماہنامہ دختران اسلام)

اداریہ

اسلام میں امن وامان کی اہمیت

اسلام میں انسانی جان کی حفاظت و حرمت اور لاء اینڈ آرڈر کو اولیت دی گئی ہے۔ امن، محبت اور عدم تشدد کا موضوع پاکستان ہی نہیں اقوام عالم کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے اور آج کل تو اس کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ میں ہمیں جا بجا انسانوں سے محبت، قیام امن اور عدم تشدد کے مظاہر نظر آتے ہیں۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے نوزائیدہ ریاست مدینہ کے اندر سب سے پہلے لاء اینڈ آرڈر کو بہتر بنانے پر توجہ دی تاکہ ریاست کے تمام طبقات اپنی فلاح و بہبود پر توجہ مرکوز کر سکیں۔ آپ ﷺ نے قیام امن کے لئے غیر مسلموں سے معاہدات کئے، ان معاہدوں میں انسانی جان ومال اور مختلف مذاہب کے عقائد کو نظریات کے تحفظ کو اولیت حاصل تھی۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی فضیلت میں یہ اعلان کیا گیا کہ ’’ اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر‘‘۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیکر امن و سلامتی اور رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ تمام کائنات کے لئے سراپا رحمت ہیں۔ اپنی اسی صفت کا اظہار خود آپ ﷺ نے متعدد مواقع پر ارشاد فرمایا۔ مشرکین اور کفار مکہ کی طرف سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے جاتے رہے۔ جب صحابہ کرام آپ ﷺ

سے یہ عرض کرنے پر مجبور ہو جاتے یا رسول! آپ ان ظالموں اور مشرکوں کے لئے بددعا کیجیے تو آپ ﷺ اپنے اصحابؓ کے اس تقاضے پر جواباً ارشاد فرماتے "مجھے لعنت کرنے والا بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا، مجھے تو سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا "وہ شخص ہماری اُمت میں سے نہیں جو ہماری اُمت میں چھوٹے بچوں پر رحمت و شفقت نہ کرے اور بڑے لوگوں کے حق ادب کو نہ پہچانے"۔ نرمی، آسانی، شیریں بیانی اور اعلیٰ حُسنِ سلوک اسلام کی تربیتی تعلیمات کا طرۂ امتیاز اور مرکز و محور ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے کسی بھی معاملہ میں انتہا پسندانہ رویہ و مزاج اختیار نہیں فرمایا بلکہ مشکل ترین حالات میں بھی ہمیشہ معتدل اور متوازن رویہ اپنایا۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ پوری اُمت کے لئے رول ماڈل ہے مگر آپ ﷺ کی تعلیمات کے برعکس ہمارے رویوں میں تشدد اور عدم برداشت در آیا ہے۔ ہم معمولی، معمولی باتوں پر دوسروں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں حتیٰ کہ جان لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ زندگی کے عام معاملات سے لے کر دینی، شرعی، فقہی اُمور میں بھی علمی اختلافات کو کفر و اسلام کا جھگڑا بنا لیتے ہیں اور الزام و دشنام طرازی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے یہاں تک کہ وہ منبر و محراب جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی تعلیمات اور دینِ حنیف کے فروغ کے لئے بروئے کار آنا چاہیے وہاں سے بھی نفرت اور عدم برداشت کا پرچار کیا جا رہا ہے۔ مسلکی اختلافات کو اتنا بڑھا دیا گیا ہے کہ انسانیت کی تکریم اور عزت و مال کی حرمت کے شرعی تقاضے پیچھے رہ گئے ہیں۔ جب کبھی محرم الحرام کے ایام آئیں یا عید میلاد النبی ﷺ منانے کا مہینہ آئے یا اس جیسے دیگر مقدس تہوار آتے ہیں تو امن پسند عوام یہاں تک کہ حکومتوں کی جان پر بنی ہوتی ہے، لاء اینڈ آرڈر کو بہتر بنانے کے لئے بعض علماء اور مبلغین پر تحریر و تقریر اور نقل و حمل کی پابندیاں لگ جاتی ہیں یہ پابندیاں لگانے والوں سے زیادہ جن پر لگتی ہیں اُن کے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔ قرآنِ مجید کا یہ دو ٹوک حکم ہے کہ "لا تفرقو" یعنی باہمی انتشار و فساد سے بچو اور زمین پر فساد نہ کرو۔ قرآن نے فساد فی الارض کو ایک بہت بڑا جرم اور گناہ قرار دیا ہے۔ علماء و مشائخ کرام، مدارس دینیہ کے اساتذہ، مبلغین ،والدین یہاں تک کہ صحافی حضرات کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اعتدال اور رواداری کی انسانی قدروں کے فروغ کے لئے لسان اور قلم کو بروئے کار لائیں۔ اللہ رب العزت ہمیں پیغمبر اسلام کی تعلیمات کے مطابق فروغ علم و امن کیلئے مقدور بھر خدمت انجام دینے کی توفیقات سے نوازے۔

(ایڈیٹر دختران اسلام)

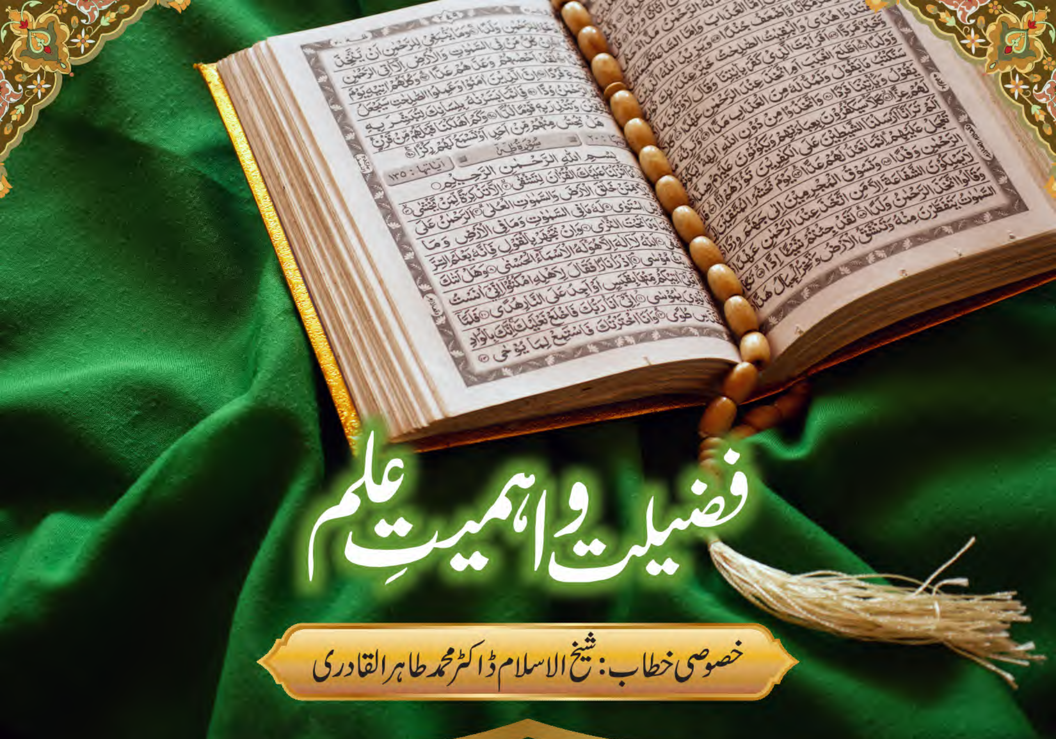

فضیلت و اہمیتِ علم

خصوصی خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ایک فرد کی انفرادی زندگی ہو یا قوموں کی اجتماعی زندگی سب کی ترقی علم ہی کی بدولت ہے۔ اللہ رب العزت نے جب سب سے پہلے انسان اور اپنے نبی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی اور انہیں اپنی خلافت و نیابت دینے کا ارادہ کیا تو ارشاد فرمایا:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً۔ (البقرة، ۲: ۳۰)

اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

ملائکہ نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یقیناً عبادت و بندگی ہی فضیلت کا معیار ہے، عرض کیا:

أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ

کیا تُو زمین میں کسی ایسے شخص کو (نائب) بنائے گا جو اس میں فساد انگیزی کرے گا اور خونریزی کرے گا؟ حالاں کہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور (ہمہ وقت) پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔

لہٰذا ہم نیابت اور خلافت کے مستحق ہیں۔ اس انسان کو کیوں خلیفہ بنایا جا رہا ہے؟

اللہ رب العزت نے فرشتوں کے اس سوال پر حضرت آدم علیہ السلام کی ایک ہی فضیلت کو تمام ملائکہ پر ظاہر فرمایا:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرۃ،۲: ۳۱)

اور اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو تمام (اشیاء کے) نام سکھا دیے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام محض نام ہی نہیں سکھائے بلکہ نام مع صفات اور افعال سکھائے۔اس طرح اللہ رب العزت نے ملائکہ پر واضح فرمادیا کہ میں انسان کو اپنا خلیفہ و نائب بنانے اور اس کے سر پر اپنی نیابت کا تاج سجانے اور تمام مخلوقات پر اسے فضیلت دینے کا سبب صرف علم ہی ہے۔

علم، نیابتِ الٰہی کی سعادت کا باعث

ملائکہ کے سوال کے جواب میں اللہ رب العزت کا یہ فرمان واضح کرتا ہے کہ محض عبادت گزاری وجہِ نیابتِ الٰہیہ نہیں ہے۔ علم کا نور ایسی فضیلت کا حامل ہے کہ یہ بندے کو اللہ تعالیٰ کا نائب بناتا ہے۔ علم کی فضیلت عبادت، تسبیح اور ذکر سے افضل ہے۔یہاں یہ بات بھی میں ذہن میں رہے کہ اتنی اعلیٰ فضیلت کا حامل یہ علم یقینا خالی از عبادت نہیں ہوتا۔ جس طرح اس آیت کریمہ کے مصداق صرف عبادت بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی نیابت کے قابل نہیں۔اِسی طرح علم بھی بغیر عمل، صالحیت اور عبادت نیابتِ الٰہی کا باعث نہیں بنتا۔

علم، عبادت کے مقابلے میں فضیلت رکھتا ہے۔اسی لیے اللہ رب العزت نے آیت کریمہ میں پہلے تسبیح و عبادت کرنے کے حوالے سے ملائکہ کا بیان کا ذکر فرمایا۔اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی علمی برتری اور فضیلت کا ذکر فرما کر اس کو وجہِ نیابت قرار دیا۔ حضرت آدم e کو تمام اسماء مع صفات و افعال کا علم عطا کرنے کے بعد پھر ملائکہ پر پیش کیا:

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (البقرۃ،۲: ۳۱)

پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا: مجھے ان اشیاء کے نام بتا دو اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو۔

یعنی اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو کہ نیابت الٰہیہ کا تاج تمہارے سر پر سجایا جائے تو ان اشیاء کے نام بتاؤ؟ گویا اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں ایک موازنہ دیا ہے ایک طرف ملائکہ کی عبادت و تسبیحات ہیں اور دوسری طرف حضرت آدم علیہ السلام کا علم۔اس موازنہ کے بعد ملائکہ کو ایک مشاہدہ کروایا جس سے حضرت آدم علیہ السلام کو علم کی صورت میں حاصل فضیلت اور برتری کو ملائکہ پر واضح فرمادیا۔اس پر ملائکہ نے عرض کیا:

قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (البقرۃ:32)

فرشتوں نے عرض کیا: تیری ذات (ہر نقص سے) پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ بے شک تو ہی (سب کچھ) جاننے والا حکمت والا ہے۔

مذکورہ آیات میں علم کا ذکر تین نسبتوں سے آیا ہے۔

ا۔ پہلے مقام پر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف نسبت ہے۔

۲۔ دوسری آیت میں ملائکہ کی طرف نسبت ہے

۳۔ دوسری آیت کے آخر میں اللہ رب العزت کی طرف علم کی نسبت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کو واضح کرنے کے بعد اللہ رب العزت اگلی آیت میں 'علم' ہی کے حوالے سے اپنی شان کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ (البقرۃ، ۲: ۳۳)

کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی (سب) مخفی حقیقتوں کو جانتا ہوں۔ اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

مذکورہ آیات کریمہ میں علم کی فضیلت کے اظہار کے ساتھ ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت و نیابت کا سبب بھی علم کو قرار دینا اُمتِ مسلمہ کو اس جانب راغب کرتا ہے کہ علم کی اس قدر عظمت اور فضیلت کے باعث طلباء اور نوجوانوں کو اپنے اندر علم کی رغبت، شوق اور ایک inspiration پیدا کرنی چاہیے۔ اگر ہم صرف ڈگری کے حصول کے لیے پڑھیں گے تو ڈگری ملے گی مگر علم حاصل نہیں ہو گا۔ علم بہت پاکیزہ چیز ہے۔ جب علم دیکھتا ہے کہ مجھے میری خاطر حاصل نہیں کیا جا رہا بلکہ کسی اور کی خاطر (ڈگری کے لیے، روزگار کے لیے) حاصل کیا جا رہا ہے تو علم دل و دماغ کے برتن میں نہیں آتا۔ آدمی ڈگری کی صورت میں ایک piece of paper ، یا ایک document تو لے لیتا ہے مگر حقیقی علم نہیں آتا اور نہ ہی انسان کو وہ فضیلت حاصل ہوتی ہے جو علم کا مقصود و منتہیٰ ہے۔

علم و حکمت کا باہمی تعلق

علم اگر علمِ صحیح ہو تو حکمت کو جنم دیتا ہے۔ علم اور حکمت دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور یہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے یعنی جڑواں (Insepatrable) ہیں۔ حکمت کے بغیر علم، علمِ نافع نہیں ہوتا اور جو علم حکمت عطا نہ کرے، وہ علم کامل نہیں بلکہ ناقص ہے، کیونکہ اس نے علم ہونے کے تقاضے پورے نہیں کئے۔ گویا حکمت کا جب اکیلا ذکر آئے تو اس کا مطلب ہے اس میں already علم کا کمال موجود ہے۔ کیونکہ کمالِ علم سے ہی حکمت وجود میں آتی ہے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ (البقرة، ۲: ۲۶۹)

جسے چاہتا ہے دانائی عطا فرما دیتا ہے۔

علم نافع انسان کو حکمت عطاء کرتا ہے اور حکمت انسان کو ہدایت کی منزل تک پہنچاتی ہے۔ حکمت کا نفع بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ۔ (البقرة، ۲: ۲۶۹)

اور جسے (حکمت و) دانائی عطا کی گئی اسے بہت بڑی بھلائی نصیب ہو گئی، اور صرف وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو صاحبِ عقل و دانش ہیں۔

کمالِ علم کا ثمرہ، نتیجہ اور پھل حکمت ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ کے پہلے حصے میں فرمایا کہ جسے (حکمت و) دانائی عطا کی گئی اسے بہت بڑی بھلائی نصیب ہو گئی۔ دوسرے حصے میں صاحب حکمت کے لئے فرمایا کہ وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو صاحب عقل و دانش ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ علم اور حکمت وہی فائدہ مند ہے جس سے بندے کو تذکّر، نصیحت اور ہدایت میسر آئے۔ اگر علم و حکمت سے انسان خیر اور شر میں امتیاز پیدا نہ کر سکے، اللہ کی طرف رغبت و رجوع پیدا نہ ہو، فکرِ آخرت میسر نہ آئے تو سمجھیں وہ علم، علم نہیں ہے اور ایسی حکمت حکمت نہیں ہے۔ قرآن مجید نے اسی بناء پر حکمت اور تذکیر کو ملاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ۔

اور صرف وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو صاحبِ عقل و دانش ہیں۔

لہٰذا تذکیر انسان کو رجوع الی اللہ، معرفت و قربتِ الٰہی اور بندگی کا احساس دلاتی ہے اور بندے اور اللہ کے درمیان روحانی تعلق کو آشکار کرتی ہے۔

اللہ رب العزت نے علم و حکمت کے باب میں ایک پیمانہ عطا کر دیا کہ اگر کتابوں کے پڑھنے سے اور اساتذہ سے پڑھنے سے تذکّر، رغبت و معرفت، فکر، دلوں کو نصیحت، ہدایت کا نور پیدا نہ ہو، انسان کی کیفیت نہ بدلے تو سمجھیں کہ جو کچھ حاصل ہو رہا ہے وہ علم اور حکمت نہیں ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ کیا چیز ہے؟ وہ دنیوی علم ہو سکتا ہے جو مباحات اور ضروریات میں سے ہے مگر آخرت میں نفع مند نہیں ہو گا۔ دنیا کمانے اور دنیا کی ضروریات کی تکمیل کے لیے تو نفع مند ہے اور جائز بھی ہے مگر جس علم کو فضیلت عطاء کی گئی ہے وہ انسان کو تذکیر اور تذکر تک پہنچانے والا علم ہے۔

کلام الٰہی کا عنوان ’الکتاب‘ رکھنے کی اہمیت

علم کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید کا تعارف بھی ’’الکتاب‘‘ کے طور پر کروایا۔ اس سے یہ ایک تصور پیدا ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے کتاب کے ساتھ ربط، تعلق اور شغف پیدا کرنے کے لیے اپنے کلام کا نام الکتاب رکھا ہے۔ قرآن کو ’’الکتاب‘‘ کہنا بھی علم کی طرف اشارہ ہے۔ علم کا اس سے بڑا مرتبہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے الکتاب کہہ کر اپنے کلام قرآن مجید کو علم کا عنوان عطا فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ -(البقرة، ۲: ۲)

(یہ) وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔

یعنی یہ کلام ایسا منبع و مصدرِ علم ہے کہ اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش ہی نہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے کلام کو ’’الکتاب‘‘ کہہ کر علم اور کتابی علم کو غیر معمولی اہمیت اور فضیلت عطاء کی ہے۔ علم کا کلچر پیدا کیا اور مسلمانوں کو علم اور کتاب کی طرف رغبت دلائی تاکہ مسلمان کتاب سے مانوس ہوں۔ ہمارے مفسرین اپنی تفاسیر میں اس موضوع کی طرف متوجہ نہیں ہوئے حالانکہ علم اور کتاب کی طرف ذوق و شوق اور رغبت دلانے کے لئے ’’الکتاب‘‘ سے یہ تفسیری نکتہ بھی اخذ ہوتا ہے۔

سُو علم اور کتاب کی عطا کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ تمام انبیاء کرام کی بعثت سے ہوتا ہوا نبی آخر الزماں، معلمِ انسانیت حضرت محمد ﷺ پر آکر اپنے درجہ کمال کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام کائنات کی طرف نبی اور معلم بنا کر مبعوث کیا۔ آپ ﷺ کے بعد علم کی یہ خیرات آپ ﷺ کی اُمت کے علماء کو عطا کر کے اُنہیں انبیاء کا وارث بنایا۔ گویا یوں علم کی حفاظت اور اس کی فضیلت کا یکساں اظہار فرمایا۔

علمِ نبوت کی جہات اور انسانیت پر حضور ﷺ کے احسانات

حضور نبی اکرم ﷺ کا انسانیت پر احسان عظیم ہے کہ علوم کے جو میدان انسان پر آشکار نہیں کئے گئے تھے، آپ ﷺ نے علم کے سب سے بلند اور قوی ذریعے یعنی وحی کے نور سے وہ علوم انسانیت کو عطا فرمائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ -(آل عمران، ۳: ۱۶۴)

بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول (ﷺ) بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے O

اس آیتِ کریمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے علم نبوت کی وسعتوں اور جہتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے چار چیزوں کا ذکر فرمایا:

۱۔ تلاوتِ آیات
۲۔ تزکیۂ نفس
۳۔ تعلیمِ کتاب
۴۔ حکمت و دانش

اللہ رب العزت معلمِ حقیقی ہے اور اس کی مخلوق میں سے حضور نبی اکرم ﷺ معلمِ اوّل ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے انسانیت اور خصوصاً مومنین کو جو علوم عطا فرمائے اس آیت کریمہ میں اس کی ترتیب نہایت قابل غور ہے۔ آیئے اِن میں سے ہر ایک کا مطالعہ کرتے ہیں:

۱۔ تلاوتِ آیات

حضور نبی اکرم ﷺ قرآن کی تلاوت کے ذریعے دلوں کی تاریک کوٹھڑی اور باطن میں قرآن کا نور داخل فرماتے اس نور کی برکت سے انسان کو نظر آتا کہ اس کے من میں کیا ہے؟ دلوں، روحوں اور باطن میں کیا کیا غلاظت ہے؟ باطن میں کس قدر ریا، عجب، تکبر، دنیاپرستی اور شہوات ہیں؟ باطن میں قرآن کے نور کی روشنی نہ ہو تو یہاں رذائل اخلاق کی صورت میں موجود سانپ اور بچھو کے ہونے کا احساس بھی نہ ہوگا۔ یہ روشنی ہوگی تو پتہ چلے گا کہ من و باطن میں کیا ہے؟

۲۔ تزکیہ نفوس

حضور نبی اکرم ﷺ کی تلاوتِ آیات سے سننے والوں پر ان کا باطن روشن ہو جاتا اور باطن میں موجود بد خصلتیں اور رذائل دکھائی دیتے تو ان کے اندر ایک تشویش لاحق ہوتی کہ ہمیں اپنی صفائی کرنی چاہیے۔ ان امراض کا علاج چاہیے۔ نتیجتاً اسی روشنی کے سبب انسان اندھیروں میں گرنے سے بچنے اور ان رذاہل کو ختم کرنے کی جانب متوجہ ہوگا۔ روشنی سے ادراک پیدا ہوتا ہے تو تشویش لاحق ہوتی اور علاج کے لیے دل راغب ہوتا ہے۔ روشی ہی ہے جس سے ایک ہمت پیدا ہوتی ہے اور انسان اپنی اصلاح کا ارادہ کرتا ہے۔ جب ان کے اندر شوق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وَیُزَکِّیھِمْ۔ آقا علیہ السلام ان کا تزکیہ فرماتے ان کے قلب و باطن کی صفائی فرماتے ہیں۔

۳۔ تعلیمِ کتاب

جب تزکیہ ہو جائے، قلب و باطن کی طہارت مکمل ہو جائے اور دل کی زمین علوم و معرفت الٰہی

کے حصول کے اہل ہو جائے تو پھر نورِ نبوت ایسے قلوب کو علوم و معرفت کے خزانے عطا کرتا ہے۔ نتیجتاً وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ۔ پاکیزہ قلوب کو کتاب کا علم عطا کرتے ہیں۔ کتاب کا علم علمِ نافع بنتا ہی تب ہے جب تزکیہ موجود ہو۔ تزکیہ نہ ہو تو خالی علم علمِ نافع نہیں بنتا اور علم برکات نہیں دیتا۔

۴۔ تعلیمِ حکمت

تزکیہ نفس اور تعلیمِ کتاب کے نور کے بعد آقا علیہ السلام کا مومنین پر تیسرا بڑا احسان یہ ہے کہ آپ ﷺ انہیں حکمت و دانائی عطا فرماتے ہیں۔

ہم تزکیہ نفس، قلب و باطن کی صفائی، نورِ قرآنی اور نورِ باطن کے بغیر علم حاصل کریں گے تو وہ معلومات وادراکات تو ضرور ہونگے مگر وہ ہمیں منزل تک نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی شک، وہم اور ظن کی گرد سے باہر نکال سکتے ہیں۔ تلاوتِ آیات، تزکیہ نفوس، تعلیمِ کتاب اور حکمت یہ ساری چیزیں ملیں تو تب علم کامل ہوتا ہے۔ علم حقیقت کی پہچان کرواتا ہے۔ علوم کے یہ سارے انوار حضور ﷺ نے مومنین کو عطا فرمائے۔

حضور ﷺ کے ان احسانات سے قبل لوگوں کی کیفیات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

گمراہی اندھیرے کا نام ہے اور علم نور کا نام ہے۔ علم ان چار شرائط اور تقاضوں کو مکمل کرنے سے ہی علمِ نافع بنتا ہے۔

۱۔ قرآن کے نور سے باطن پر آگاہی ملی۔

۲۔ تزکیہ نفوس سے قلب و باطن کی صفائی ہوئی۔

۳۔ اس میں علمِ کتاب آیا۔

۴۔ اور اس میں حکمت و دانائی آئی۔

یہ چاروں چیزیں ملیں تو پھر یہ گمراہی اور ضلالت ختم ہوتی ہے اور کامل خیر نصیب ہوتی ہے۔ اس موقع پر انسان کا سفرِ علم مکمل ہو جاتا ہے۔

صاحبانِ علم کی حفاظت کا اُلوہی انتظام

جب علم کی یہ دولت وسیلۂ نبوت سے حاصل ہوتی ہے تو پھر اس کی حفاظت کا انتظام بھی اللہ رب العزت خود فرماتا ہے۔ جو علماء اپنے علم پر نہیں بلکہ محض اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی ہر

حملے سے حفاظت فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ۔(النساء، ۴: ۱۱۳)

اور (اے حبیب!) اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان (دغابازوں) میں سے ایک گروہ یہ ارادہ کر چکا تھا کہ آپ کو بہکا دیں۔ جب کہ وہ محض اپنے آپ کو ہی گمراہ کر رہے ہیں اور آپ کا تو کچھ بگاڑ ہی نہیں سکتے۔

واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت اگر حاصل ہو تو پھر گمراہ کرنے والے عناصر و عوامل گمراہ نہیں کر سکتے۔ یہ بنیادی چیز بیان کرنے کے بعد اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَأَنْزَلَ اللهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔(النساء، ۴: ۱۱۳)

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے۔ اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علم کامل ہی نہیں بلکہ علمِ اکمل، علمِ اتم، علمِ اوسع اور علمِ کل عطا کر دیا۔ ہر وہ چیز آپ ﷺ کو سکھادی اور اس کا علم عطا کر دیا جو آپ نہیں جانتے تھے۔ گویا اس اعلانِ خداوندی کے بعد آپ ﷺ کی زندگی میں کسی شے سے متعلق بے خبری و لاعلمی رہی ہی نہیں۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کا مرتبہ علم ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔

کا اعلان واضح فرما رہا ہے کہ آپ ﷺ اپنے ذرائع سے جو نہیں جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے مرتبے کے ذریعے آپ ﷺ پر وہ تمام چشمہ ہائے علم کھول دئے اب آپ وہ سب کچھ جان گئے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے علم کو اپنا فضلِ عظیم قرار دیا۔

آیت کریمہ کے دونوں حصے آپس میں ملائیں تو مضمون واضح ہو جائے گا کہ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ یہ علمِ نبوت آپ ﷺ پر اللہ رب العزت کا فضل عظیم ہے۔ اسی آیت کے پہلے حصہ میں فرمایا:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ

اور (اے حبیب!) اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یہ آپ ﷺ کو بہکانے کا ارادہ کر چکے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ آپ ﷺ کو بہکا دیتے بلکہ فرمایا یہ بہکانے کا ارادہ کر چکے تھے آیت

مبارکہ کے اول و آخر کو جوڑیں تو مطلب یہ ہوا کہ اگر اللہ کا فضل اور رحمت ساتھ ہو تو پھر صاحبِ علم بھٹکتا و پھسلتا نہیں ہے۔ ٹھوکر نہیں کھاتا اور نہ گمراہ ہوتا ہے۔ گویا اللہ کا فضل اور اس کی رحمت اس کی حفاظت کرتی ہے۔ اس مقام پر اللہ رب العزت نے صاحبان علم کو متوجہ فرمایا ہے کہ صاحبانِ علم اپنے علم پر بھروسہ نہ کریں بلکہ تواضع، عاجزی، اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبدیت اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے طالب رہیں۔ جب اللہ کے فضل اور رحمت کے آگے جھکے رہیں گے، اُس کی رحمت پہ بھروسہ کریں گے، اس کے فضل کی طرف رجوع رکھیں گے تب اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ان پر سایہ فگن ہو کر ان کی حفاظت کرے گی اور کوئی ان کو بہکا نہ سکے گا۔

اس مقام کو حاصل کرنے کے بعد پھر گمراہی پر مبنی کتب ہوں یا فتنہ پرور علماء، کوئی غلط بحثوں میں اُلجھائے یا غلط براہین و دلائل ہوں یہ سب کچھ مل کر بھی اس صاحبِ علم کو بہکا نہیں سکتے۔ اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر دلیل سے علمِ صحیح مل جائے۔ دلیل غلط سمت بھی لے جاسکتی ہے۔ یہ تمام گمراہ کن ذرائع انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں اور بندہ بھٹک جاتا ہے۔ جب یہ تمام امکانات عہدِ رسالت مآب ﷺ میں موجود تھے تو آج کیوں نہیں ہوں گے؟ آج تو اس سے بھی زیادہ موجود ہیں۔ قرآن کہہ رہا ہے کہ وہ طرح طرح کے دلائل دے کر ارادہ کر چکے تھے کہ معاذ اللہ آپ کو بہکا دیں مگر بہکا نہیں سکتے تھے کیونکہ اللہ کے فضل اور رحمت سے آپ ﷺ پہلے سے ہی معصوم بنا دیئے گئے۔ علم اگر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ جڑ جائے تو اس کی حفاظت ہوتی ہے۔ اللہ کے فضل و رحمت کا حصول تکبر و رعونت، بحث و مناظروں سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تواضع، انکساری، بندگی و عبادت، اطاعت، عملِ صالح اور سجدہ ریزی سے آتی ہے۔ اگر بندہ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو اس کی مدد و نصرت اور اس کے فضل و رحمت کا سائل اور منگتا ہو، اس کی مدد و نصرت پر بھروسہ کرنے والا اور عبادت و اعمال صالحہ کے ذریعے اس کی رحمت کی طرف رجوع کرنے والا ہو تو یہ ساری چیزیں اس کے علم کو اپنی حفاظت کے حصار میں لے لیتی ہیں۔

لہٰذا علم منزل تک پہنچائے اور علمِ کامل بنے اس کے لیے لازم ہے کہ سفرِ علم میں نہ صرف طالبِ علم کی حفاظت ہو، بلکہ اس کا علم بھی محفوظ رہے۔ سفرِ علم میں علم کی حفاظت، علم خود نہیں کر سکتا بلکہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہی اس علم کی حفاظت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، بندگی، عبادت، اعمال صالحہ، اخلاق حسنہ اور تواضع و انکساری، توکل، رجوع الی اللہ اور اخلاص یہ تمام ذرائع مل کر اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کا سامان مہیا کرتے ہیں جو ہماری اور ہمارے علم کی حفاظت کرتا ہے۔

پھر یہی علم، علمِ نافع بنتا ہے۔ یہی علم بندے کو خدا کی پہچان کرواتا ہے اور اُسے علم و عرفان کی اُن منزلوں تک پہنچا دیتا ہے کہ جہاں وہ مسجودِ ملائک اور محبوبِ خلائق بن جاتا ہے۔

متوازن شخصیت فرامین رسول ﷺ کی روشنی میں

اے ناز ایڈووکیٹ

انسان اپنے کھانے، پینے، ذرائع روزگار، انداز تکلم، پہناوے، رہن سہن، لباس ،بیوی بچوں ،دوست احباب اور عزیز و اقارب کے ساتھ برتاؤ، سوسائٹی کے ساتھ تعلقات کے ذریعے متاثر کن شخصیت کا حامل ہوتا ہے۔ کچھ لوگ بظاہر صاف ستھرے نظر آتے ہیں مگر جب اُن کے گھر میں جائیں تو کوئی چیز قرینے اور سلیقے کے ساتھ پڑی نظر نہیں آتی، جب کبھی اُن کے ساتھ کوئی معاملہ کریں تو وہ ایک مختلف شخصیت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ نفاست کا تعلق امیری یا غریبی سے نہیں بلکہ حسن نظم اور احساس ذمہ داری کے ساتھ ہے۔ نفیس اور پر کشش شخصیت کے لئے لباس کا قیمتی ہونا ضروری نہیں البتہ صاف اور خوشبودار ہونا ضروری ہے۔ اچھی شخصیت اور طبیعت والا انسان کبھی بھی اپنے معاملات میں بے ربط اور بے ضبط نہیں ہوگا، ایک خاص قسم کی ترتیب اور نظم و ضبط اُس کے مزاج اور طبیعت کا حصہ ہوگی۔ نفیس شخص وقت کا پابند اور وعدوں کا پکا ہوگا۔ تعلیماتِ اسلام "نظم و ضبط" کی اہمیت و افادیت کی طرف ہماری توجہ مبذول کرواتی ہیں۔ سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالی کے ہاں سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ "کسی بھی کام کو مداومت، مواظبت اور تسلسل کے ساتھ جاری رکھنا اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔(بخاری، الصحیح، ج: 5، ص: 2373، رقم: 6100)

اس حدیث کی روشنی میں کسی بھی کام کو نظم کے ساتھ کرنے اور تسلسل کے ساتھ انجام دینے کی اہمیت و فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس حدیث کے دوسرے اور آخری حصے میں اس بات پر توجہ مرکوز کروائی گئی ہے کہ اگرچہ کام مقدار میں تھوڑا ہو مگر تسلسل کے ساتھ کیا جائے تو اُس کے ثمر آور اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ روز مرہ معاملات کو ایک خاص نظم سے انجام دینا ہمارے اسلاف کے نزدیک ناگزیر عمل تھا۔ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا جب آخری وقت آیا تو آپ نے سیدنا حسن وسیدنا حسین علیہما السلام کو بلایا اور فرمایا: أُوصِيكُمَا بِتَقْوَى اللهِ... وَالتَّثَبُّتُ فِي الْأَمْرِ ”میں تم دونوں کو اللہ سے ڈرنے اور معاملات میں تسلسل و تثبّت کی وصیت کرتا ہوں۔“ (محمد بن جریر الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج:5، ص:147)

کسی اَمر کے منظّم ہونے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کامیاب لوگ وہی ہوتے ہیں جو اپنے معاملات کو منظم کرنا جانتے ہیں۔ ایک عام آدمی بھی اگر اپنی زندگی میں نظم و نسق کا پابند نہ ہو اور اُس کے لباس، افکار، گفتگو اور معاملاتِ زندگی میں نظم و ترتیب اور اعتدال و توازن نہ ہو تو ایسا فردِ واحد بھی معاشرے میں اپنی شخصیت برقرار نہیں رکھ سکتا اور نہ اُس کی قدر و منزلت ہوتی ہے۔

انسان کی شخصیت

انسان کی شخصیت ایک مکمل آئینہ ہوتی ہے، جس میں اس کے باطن کی تمام پرتیں جھلکتی ہیں۔ کوئی شخص کیسا ہے، وہ کن اقدار کو مانتا ہے، اس کی زندگی میں نظم و ضبط کتنا ہے، اس کا اخلاقی معیار کیا ہے، یہ سب محض اس کی ظاہری گفتگو سے نہیں بلکہ اس کی روز مرہ کی عادات سے آشکار ہوتا ہے۔ یہی عادات اس کی شخصیت کا بنیادی تعارف ہوتی ہیں۔ انہی میں وہ عناصر چھپے ہوتے ہیں جو بتاتے ہیں کہ وہ شخص کتنا نفاست پسند، مہذب، بااخلاق اور متوازن طبیعت کا مالک ہے۔ اَخلاق ہی انسان کی طبع کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "بے شک میں (نبی ﷺ) اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں"۔ اِسی طرح ایک اور مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا ’’ایمان کے اعتبار سے کامل ترین مؤمن وہ ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہو۔‘‘

متوازن غذا، متوازن شخصیت

جب ہم خوراک کا تذکرہ کرتے ہیں تو یہ صرف پیٹ بھرنے کی چیز نہیں ہوتی، بلکہ یہ کسی فرد کے ذوق، تربیت، سوچ اور توازن کا عکاس بھی ہوتی ہے۔ جو شخص بسیار خور ہوتا ہے اور اعتدال سے کام نہیں لیتا وہ درحقیقت صرف جسمانی سطح پر نہیں بلکہ نفسیاتی اور تہذیبی طور پر بھی ایک غیر متوازن

کیفیت کا شکار ہوتا ہے۔ وہ کھانے کو صرف ایک لذت یا تسکین سمجھتا ہے نہ کہ ایک جسمانی ضرورت۔ اس کے بر عکس جو شخص سادہ، متوازن اور صحت مند خوراک کا انتخاب کرتا ہے، وہ اپنی جسمانی صحت ہی نہیں بلکہ ذہنی اور روحانی نظم کو بھی اہمیت دیتا ہے۔ خوراک کا تعلق جائز و ناجائز سے بھی ہے۔ ایک مسلمان کے لیے خوراک نہ صرف جسمانی ضرورت ہے بلکہ روحانی ذمہ داری بھی ہے۔ جو چیز حرام ہے وہ صرف پیٹ کو نقصان نہیں دیتی بلکہ روح کو بھی آلودہ کرتی ہے۔ لہٰذا یہ دیکھنا کہ ہم کیا کھا رہے ہیں، کہاں سے آیا ہے، کس ذریعہ سے حاصل ہوا ہے۔ یہ سب ہماری شخصیت کے سنجیدہ پہلوؤں کا حصہ ہے۔

بسیار خوری (زیادہ کھانا) اور بسیار گوئی (زیادہ بولنا) دونوں کی مذمت قرآن و سنت اور اقوالِ سلف میں واضح طور پر کی گئی ہے، کیونکہ یہ دونوں عادات انسان کے روحانی، اخلاقی اور جسمانی بگاڑ کا سبب بنتی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ حَسْبُ الْآدَمِيِّ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ فَإِنْ غَلَبَتْ الْآدَمِيَّ نَفْسُهُ فَثُلُثٌ لِلطَّعَامِ وَثُلُثٌ لِلشَّرَابِ وَثُلُثٌ لِلنَّفَسِ۔

”آدمی نے کوئی برتن اتنا برا نہیں بھرا جتنا اپنا پیٹ۔ انسان کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اسے قائم رکھیں، اور اگر لازم ہو تو تہائی کھانے کے لیے، تہائی پانی کے لیے، اور تہائی سانس کے لیے ہو۔“ (سنن ابن ماجہ)

یہ حدیث بسیار خوری کی مذمت اور اعتدال کی ترغیب دیتی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: "میں نے سولہ سال سے پیٹ بھر کر نہیں کھایا، کیونکہ پیٹ بھرنا جسم کو سست کرتا ہے، عقل کو کند کرتا ہے، نیند کو بڑھاتا ہے اور عبادت سے غافل کرتا ہے۔" بسیار گوئی کے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اُسے چاہیے کہ وہ بھلا کلام کرے یا خاموش رہے۔“ (بخاری، مسلم)

لباس ایک موثر شخصی تعارف

لباس صرف جسم کو ڈھانپنے کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک خاموش زبان بھی ہے جو بہت کچھ کہتی ہے۔ جب ہم کسی شخص کو دور سے دیکھتے ہیں تو اس کا لباس اور اس کے چلنے کا انداز ہمیں اس شخص کے بارے میں ابتدائی معلومات فراہم کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص خوش لباس ہے تو ہمارے دل میں اُس کے لئے اچھے جذبات جنم لیتے ہیں، اس لئے لباس کے معاملے میں حد درجہ احتیاط سے کام لیا جانا ضروری ہے۔ انسان کے بولنے سے پہلے اس کا لباس اور اس کی ظاہری نفاست اُسے ایک اچھے انسان کے طور پر متعارف کرواتی ہے۔ کسی کا لباس کتنا صاف ہے، کتنا قرینے سے پہنا گیا ہے، یہ سب اس کی نفسیاتی اور

تہذیبی تربیت کی علامتیں ہوتی ہیں۔ یہ ہر گز ضروری نہیں کہ مہنگا لباس پہنا جائے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ لباس صاف ستھرا سلیقے سے پہنا ہوا ہو۔ ایک غریب آدمی بھی سفید کپڑے میں اتنا باوقار لگ سکتا ہے جتنا ایک امیر قیمتی سوٹ میں۔ اصل وقار صفائی، سلیقے اور نفاست میں چھپا ہے نہ کہ قیمت میں۔ اسلام میں صفائی، ستھرا پن اور اچھا لباس پہننے کو دین کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ صاف لباس پہننا نہ صرف طہارت کا مظہر ہے بلکہ خود اعتمادی، وقار، اور عبادت کے ادب کی بھی علامت ہے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ و سلف صالحین نے اس پہلو کو بہت اہمیت دی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن الله جميل يحب الجمال۔ ”بے شک اللہ جمیل (خوبصورت) ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔“ (صحیح مسلم) سیاقِ حدیث میں صحابہؓ نے سوال کیا کہ کیا اچھا لباس پہننا تکبر ہے؟ تو نبی ﷺ نے جواب میں یہ حدیث ارشاد فرمائی، یعنی اچھا لباس پہننا تکبر نہیں بلکہ مستحسن عمل ہے۔

رہن سہن اور شخصی محاسن

ایک شخص کے گھر میں داخل ہوں تو وہاں کی فضا خود بتا دیتی ہے کہ اس گھر کے باسی کس سطح کے شعور کے مالک ہیں۔ کچھ گھر ایسے ہوتے ہیں جہاں کمرے میں داخل ہوتے ہی بدبو کا سامنا ہوتا ہے، گرد جمی ہوتی ہے، اشیاء بکھری پڑی ہوتی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں نظم و ضبط، صفائی اور ترتیب کی کوئی جگہ نہیں۔ ایسے افراد کی شخصیت میں بھی اکثر بے ترتیبی، جلد بازی اور غفلت پائی جاتی ہے۔ اس کے برعکس کچھ گھر ایسے ہوتے ہیں جہاں ہر چیز اپنی جگہ پر سلیقے سے رکھی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہاں کی فضا میں تازگی، صفائی اور ترتیب کا احساس ہوتا ہے۔ ان گھروں کے مکینوں کی شخصیت بھی متوازن، منظم اور نفیس ہوتی ہے۔ یہ نظافت صرف ظاہری نہیں بلکہ باطنی ترتیب کا آئینہ ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں جب بھی کچھ خاندان اپنے بیٹے یا بیٹی کے رشتے کے لئے جب کسی کے گھر جاتے ہیں تو اُن کی نظریں گھر کی صفائی، گھر والوں کے پہناوے، گفتگو کے انداز پر بطور خاص توجہ دیتے ہیں۔ انہیں ان چند لمحوں کی ملاقات میں اُس پورے گھرانے کے تہذیبی مزاج کا پتہ چل جاتا ہے۔ صفائی کا خیال رکھنا، گھر اور ماحول کو صاف رکھنا؛ یہ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں شامل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے طہارت (صفائی) کو نہ صرف جسمانی بلکہ روحانی پاکیزگی سے جوڑا ہے۔ الطُّهُورُ شَطْرُ الإِيمَانِ (صحیح مسلم) ”صفائی (طہارت) ایمان کا نصف حصہ ہے۔“ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ صفائی محض ظاہری نہیں بلکہ دینی تقاضا ہے۔ اس میں بدن، لباس، گھر، اور ماحول سب شامل ہیں۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

من علامات العاقل: نظافة بيته، وحسن هيئته، وقلة كلامه فيما لا يعنيه.

”عاقل انسان کی علامات میں سے ہے: اس کا گھر صاف ہو، اس کی ظاہری حالت اچھی ہو، اور وہ بے فائدہ باتوں سے بچے۔“ یہاں گھر کی صفائی کو عقل مندی کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

رشتے اور سماجی تعلقات

شخصیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ایک فرد اپنے رشتوں کو کیسے نبھاتا ہے۔ ازدواجی تعلقات، خونی رشتے، عزیز و اقارب سے روابط اور سوسائٹی کے ساتھ انٹریکشن، یہ سب اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ ایک شخص کتنا حساس، مہذب اور متوازن ہے۔ جو فرد صرف اپنی ذات کے خول میں بند ہو وہ معاشرے کے لیے بھی بوجھ بن جاتا ہے جبکہ ایک سلیقہ مند شخص ہر رشتہ اپنے پورے حق کے ساتھ نبھاتا ہے چاہے وہ شوہر ہو یا بیوی، والد ہو یا اولاد، دوست ہو یا ہمسایہ وہ سب کے ساتھ ایک متوازن تعلقات رکھتا اور نبھاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی لاتعداد احادیث مبارکہ موجود ہیں جن میں قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک اور توازن کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسلام رشتوں کے مابین اعتدال اور توازن قائم کرنے پر زور دیتا ہے۔ اسلام نے والدین، بیٹے، بیٹی، بیوی، رشتہ داروں، ہمسایوں اور دوستوں کے حقوق بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ رشتہ داروں کے حقوق (صلہ رحمی) اسلام میں نہایت اہم مقام رکھتے ہیں۔ قرآن و سنت اور اقوالِ سلف میں قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک، ان کی خبر گیری، مدد اور تعلق جوڑنے (نہ کہ توڑنے) کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ (النساء: 36)

”اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، اور قرابت داروں کے ساتھ بھی۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی (رشتہ داروں سے حسن سلوک) کو عبادت کے بعد فوری ذکر فرمایا۔ حضور نبی اکرم ﷺ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور اُن کے حقوق کے متعلق فرمایا:

مَن سرّهُ أن يُبسَطَ له في رزقه، ويُنسأ له في أثَرِه، فليَصِل رحمه۔

”جو شخص چاہے کہ اس کا رزق کشادہ ہو اور عمر دراز ہو، اسے چاہیے کہ رشتہ داروں سے تعلق جوڑے۔“

ایک اور مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لا يدخل الجنة قاطع رحم- ”رشتہ داری کاٹنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔“

اندازِ تکلم

آخر کار ایک انسان کی شخصیت کا سب سے اہم حوالہ اس کا اندازِ تکلم ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے دوسروں کے ساتھ خوش اسلوبی کے ساتھ بات کرو، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسکرا کر بات کرنا بھی صدقہ ہے۔ جب آپ اپنے کسی بھائی یا قرابت دار کے ساتھ متبسم لب ولہجہ کے ساتھ مخاطب ہوتے ہیں تو اس سے باہمی محبت اور اعتماد بڑھتا ہے۔ ایک متوازن شخصیت کا مالک شخص جلد باز نہیں ہوتا، غصہ والا نہیں ہوتا، اس کے لہجے میں ٹھہراؤ اور اس کا مزاج برداشت والا ہوتا ہے۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو کسی بھی انسان کو اس کے ہم عصروں اور ماحول میں معتبر بنا دیتی ہیں۔ قرآن مجید نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ایک بہترین اخلاق والی ہستی قرار دیا ہے۔ اپنے تو کیا مخالف بھی آپ کی شیریں بیانی کے معترف تھے۔ آپ ﷺ ابہام سے پاک گفتگو فرماتے، آپ ﷺ کا بیان کیا گیا ایک ایک حرف سننے والوں کے دل دماغ پر نقش ہو جاتا تھا۔ ایک مہذب انسان اپنے رویے سے سب کو متاثر کرتا ہے، جبکہ ایک غیر مہذب شخص چاہے کتنا ہی تعلیم یافتہ کیوں نہ ہو مگر وہ اپنے برے اخلاق کی وجہ سے اپنی ہی شخصیت کو داغدار کر دیتا ہے۔

شخصیت کوئی ایک لمحے میں بننے والا خاکہ نہیں، بلکہ یہ روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا مجموعہ ہے۔ خوراک، لباس، رہن سہن، رشتے اور رویے یہ سب متوازن شخصیت کو ترتیب دیتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم نہ صرف اپنی ظاہری صورت پر توجہ دیں بلکہ باطنی صفائی، اخلاقی تربیت، سلیقہ مندی اور انسان دوستی کو اپنی شخصیت کا حصہ بنائیں۔ کیونکہ اصل خوبصورتی چہرے میں نہیں، کردار میں ہوتی ہے اور کردار، ہماری عادات سے پہچانا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے تعمیر اخلاق و شخصیت کے موضوع پر نہایت شاندار خطابات سے نوازا ہے۔ شیخ الاسلام نے ہر عمر اور طبقہ کے افراد کی اخلاقی تربیت کے لئے نہ صرف سینکڑوں خطابات سے نوازا بلکہ کُتب بھی تحریر فرمائی ہیں۔ انہوں نے بچپن کے مختلف ادوار پر الگ الگ کُتب تحریر فرمائی ہیں تاکہ والدین کو بچوں کی عمر کے حساب سے اُن کی تربیت کرنے کے مواقع میسر آئیں۔ شیخ الاسلام نے نوجوانوں کے لئے، خواتین کے لئے بھی کُتب تحریر فرمائیں، اسلام کی تعلیمات کا بنیادی مقصد تعمیر اخلاق و کردار ہے۔ اسلام محض عبادات یا روحانی ترقی پر زور نہیں دیتا بلکہ اسلام کی تعلیمات ایک متوازن سماجی گھریلو و عائلی زندگی قائم کرنے سے متعلق ہیں۔ یہی وجہ ہے پیغمبر اسلام کی تعلیمات میں انسانی معمولات کو بہتر بنانے اور خوشگوار سماجی تعلقات قائم کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

بچوں کی تربیت اور اس کے تقاضے

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

بچوں کی تربیت کا آغاز بچوں کی ولادت سے نہیں ہوتا۔ اس کا آغاز بچوں کی ولادت سے بھی بہت پہلے جب خاتون ہو تو اپنے لیے شوہر کا انتخاب کر رہی ہوتی ہے شوہر ہو تو اپنے لیے بیوی کا انتخاب کر رہا ہوتا ہے یا والدین اپنے بچوں کے لیے رشتوں کا انتخاب کر رہے ہوتے ہیں۔ درحقیقت آرٹ آف پیرنٹنگ کا آغاز وہیں سے ہو جاتا ہے کیونکہ اولاد والدین میں سے کسی ایک کا غالب عکس بنے گی۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ اولاد تک یکسر مختلف ہو جینز کا اشو بھی ہے گھر میں ماحول کا اثر بھی ہے تربیت کا عمل دخل بھی ہے۔ اس لیے آج کل کی بیٹے اور بیٹیاں جب رشتہ کرنے جائیں تو ان کو فقط اس نگاہ سے نہ کیا جائے کہ وہ صرف اپنی لائف کے لیے کر رہے ہیں بلکہ اپنی نسل کے لیے کرنا چاہیے۔ اگر آدمی ہے اپنے لیے بیوی کا انتخاب کر رہا ہے وہ دیکھے کہ اپنی اگلی نسل کے لیے ایک ماں تلاش کر رہا ہوں۔ اگر کوئی بیٹی ہے اپنے لیے شوہر دیکھ رہی ہے دیکھے میں اپنی اولاد کا کیسا باپ چاہتی ہوں اگر والدین ہیں تو ان کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ وہ اپنے گرینڈ چلڈرن مدر یا فادر کس طرح کے چاہتے ہیں۔

یہ فکر ہمیں آقا علیہ السلام کی تعلیمات کی طرف لے کر جاتی ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا جب تم رشتہ تلاش کرنے جاؤ جو خوبیاں دیکھا کرو اس میں ظاہری حسن بہت بعد میں آتا ہے باطنی حسن بہت پہلے آتا ہے۔ اس میں اچھا اخلاق اچھا کردار تربیت یافتہ ہونا کس خاندان سے اس کا آنا ہوا ہے۔ اپنے

جیسوں میں کریں، ایسا تو نہیں کہ اس کو سکھانے میں بہت وقت لگ جائے خواہ شوہر ہو یا بیوی اولاد کی تربیت تو بہت بعد میں آتی ہے۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: مشرک سے شادی نہ کرو مگر غلام سے شادی کرلو۔ وہ اس سے بہتر ہے۔ اس میں مذہبی عوامل شامل نہیں ہیں یہ ایک تضاد کو ختم کرنا سکھایا جارہا ہے۔ اگر والدین دو مذہبی، فکری طبقات سے آرہے ہوں گے تو اولاد پریشانی میں مبتلا ہو جائے گی کہ کیا اپنائیں اور کس کو چھوڑیں۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک باپ اپنے بیٹے کی شکایت لے کر آیا کہ بیٹا میری سنتا نہیں ہے آپ نے اس کے بیٹے کو بلوا بھیجا اور اسے کہا کہ تمھارا باپ شکایت کرتا ہے تو اس کی بات نہیں سنتے اس کی عزت نہیں کرتے۔ اس بچے نے کہا کیا اولاد کے کچھ حقوق والدین پر ہیں۔ انھوں نے فرمایا ہاں بالکل ہیں۔ اس نے پوچھا وہ کیا حقوق ہیں؟ سیدنا عمرؓ نے فرمایا وہ سب سے پہلا حق یہ ہے کہ باپ اچھی ماں کا انتخاب کرے۔ دوسرا حق یہ ہے کہ اچھا نام دیا جائے تیسری بات قرآن میں سے سکھایا جائے۔ وہ کہنے لگا امیر المومنین پہلے حق کی بات کریں۔ میرے باپ نے ایک آگ کی پوجا کرنے والی غلام عورت کو میری ماں بنایا وہ نہ خود کچھ جانتی تھی نہ اس نے میری تربیت کی۔ میرے باپ کے پاس وقت نہیں تھا نہ اس نے مجھے اچھا نام دیا اور نہ ہی آج تک اللہ کے قرآن میں سے کوئی تعلیم دی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اس کے باپ سے مخاطب ہو کر کہا یہ تو تمھارا اپنا عمل ہے۔ میرے پاس شکایت کیوں لے کر آئے ہو؟

رزق حلال

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ہمیں رہنمائی عطا فرمائی ہے وہ ہو کر رہتی ہیں۔ وہ ہے حلال ذرائع سے کمانا۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام پر پلا ہوگا۔ اگر ایک بچہ ہے اس کے والدین حرام کماتے تھے۔ اس میں بچے کا اختیار عمل دخل نہیں ہے لیکن اس کی تفسیر کریں تو اس وقت تو بچے کا عمل دخل نہیں ہے۔ لیکن اس کی پرورش میں حرام داخل ہو جاتا ہے تو وہ بڑے ہو کر ایسے کام ضرور کرتا ہے۔ جو اس کے اور جنت کے مانع ہوتے ہیں۔ والدین کی توجہ اس طرف مبذول کروانا مقصود ہے کہ اپنے اور اپنے اولاد پر رحم کریں۔ بھلے تھوڑا کھائیں، حرام سے اجتناب کریں، رشوت، غبن، حق تلفی کر کے نہ خود اپنی زندگی گزارنے کی جسارت کریں نہ اپنی اولاد کو دیں۔ معاشرتی پر کچھ دباؤ ہوتے ہیں بالخصوص جو کمارہا ہوتا ہے جو مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ حرام کمانے کی طرف جاتا ہے نتیجتاً اپنے بچوں کا مستقبل برباد کر دیتا ہے۔ بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ کس سکول میں داخل کروائیں تو میں ان کو کہتا ہوں جو آپ کی جیب اجازت دیتی ہے۔ اگر آپ کی کمائی 70 ہزار

روپے ہے آپ اس سکول میں داخل کروادیں جب کے والدین 4 سے 5 لاکھ کمانے والے ہیں تو نفسیاتی دباؤ اس بچے پر بھی ہوگا۔ ان کے کلاس فیلو کا رہن سہن بھی میچ نہیں کر سکیں گے پھر میاں بیوی کے جھگڑے ہوں گے۔ وہ جھگڑے بڑھتے چلے جائیں گے یا باپ حرام کمانے کی طرف جائے گا کیونکہ جائز حلال کے ذرائع اس کو اجازت نہیں دیتے۔ لہذا بہتر ہے انسان اس سکول میں داخل کروائے جو وہ برداشت کر سکتا ہے۔ پھر وہ تمام امور سرانجام دے جو اس کی تربیت کے لیے ضروری ہیں۔

نافرمانی

جب بچے کو نافرمان دیکھیں تو اپنے آپ کو دیکھیں ہم اپنے والدین کے ساتھ کیسے تھے۔ یہ بھی اللہ پاک کا نظام ہے اس سے آپ آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ اگر آپ والدین کے ساتھ ٹھیک تھے تو اپنا معاملہ اپنے رب کے ساتھ دیکھیں ہم اللہ کے کتنے نافرمان ہیں ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک ہماری نافرمانی کا منظر ہمیں ہماری اولاد کے ذریعے سے دکھادے۔ معروف بزرگ فرماتے ہیں جب کبھی میری اولاد میرا کہنا نہ مانے یا اپنے ماتحتوں میں اپنی عزت کرنا نہ دیکھوں ان کے ساتھ غصہ نہیں کرتا کچھ لمحے تنہائی میں بیٹھ کر یہ سوچتا ہوں میں نے کب، کس لمحے کہاں غلطی کی ہے جب مجھے یاد آجائے تو مسئلہ سمجھ آجاتا ہے۔ پہلے میں توبہ کرتا ہوں تو دوسرے کو بہتر طور پر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

تربیت

تربیتِ اولاد فقط سمجھانے کا کام نہیں ہے جو کچھ صبح و شام اس کے گھر میں ہوتا رہتا ہے۔ اس کے سیکھنے میں اضافہ کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر والدین کا آپس میں رویہ اگر والدین چیخ کر بات کرتے ہیں وہ چاہیں کہ ہماری اولاد سوفٹ سپوکن بن جائے تو وہ نہیں بنے گی۔ اگر گالی گلوچ کا رویہ ہے تو انھوں نے وہی سے لینی ہے اگر گھر میں ٹی وی پر ڈرامہ دیکھتے ہیں وہ بھی دیکھتا ہے۔ ڈرامے میں الزام تراشی، شور و غل یہ سارا ماحول دیکھا ہے اس عمر میں بچے کو لامحدود معلومات کے آگے بٹھادیا ہے وہ بری چیز اپنے اندر لکھتا جا رہا ہے۔ ہم نفسیاتی طور پر تو بات کرتے ہیں مگر اس پر بات نہیں کرتے جس نے بچے کی فطرت کو سنوارنا ہے۔ اس طرح کتب، رسالے ہیں ای پیڈ ہیں۔ بچے والدین سے زیادہ ای پیڈ سے سیکھتا ہے، چینل ویڈیو گیم ہمارے بچوں کی شخصیت سازی کر رہے ہیں۔ اس میں غصہ ہے۔ آپ اس سے بچے کو غصہ سکھا رہے ہیں، بچوں کے اندر صبر و تحمل نہیں ہے جلد بازی ہے، ویڈیو گیم اور اشتعال اور بے چینی پیدا کر رہی ہے۔ اب کیا دواؤں سے علاج شروع کر دیں گے نہیں پہلے اس ذرائع کو کنٹرول

کریں جہاں سے بے چینی آرہی ہے مگر ہم اپنی آسانی کے لیے ہمیں تنگ نہ کریں ای پیڈ دے دیتے ہیں لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ اگلی نسل کے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔

بعض والدین اپنے بچوں کو نوکروں کے سپرد کر دیتے ہیں تو جیسی تربیت نوکروں کی ہے ویسی ہی تربیت کریں گے۔ بچوں کا مستقبل وہ لکھ رہے ہیں پھر وہ تعلق و محبت بھی پیدا نہیں ہوتا مگر ہم یہ سارا کچھ اپنی آسانی کے لیے کرتے ہیں۔ در حقیقت ہم اپنا فرض ادا نہیں کر رہے۔ جب قیامت کے دن ہر ایک نے اللہ رب العزت کے حضور پیش ہونا ہے تو نامہ اعمال ہوگا۔ اس میں ایک سیکشن پیرنٹنگ کا بھی ہے وہ ہمارے فرائض میں سے ہے۔ وہاں صفر لکھا ہوگا کہ یہ والدینیت کے اعتبار سے انھوں نے کچھ نہیں کیا۔ اس کے برعکس 100 فیصد نمبر لکھیں ہوں کہ انھوں نے پیرنٹنگ کا حق ادا کیا یہی عمل آپ کے لیے صدقہ جاریہ بن جاتا ہے کہ آپ کے مرنے کے بعد بھی جو نیک اولاد چھوڑی ہوگی وہاں بیٹھے بھی آپ کو راحتیں پہنچا رہی ہوگی۔ اگر بری اولاد چھوڑ کر گئے ہوں وہاں بیٹھے بھی دل جل رہا ہوگا۔ یہ فیصلے آج ہم اپنے ہاتھ سے کر سکتے ہیں۔

تربیت کا آغاز شروع سے ہوتا ہے ہم کہتے ہیں کہ بچہ ابھی چھوٹا ہے سال کا یا دو سال کا ہے۔ ابھی اسے کھیلنے دیں، بچہ بد تمیزی کرتا ہے ہم ہنستے ہیں۔ اگر ہم اس کی تربیت نہیں کریں گے تو اگلے چند سالوں میں اس کی شخصیت پختہ ہو جائے گی۔ آغاز سے اس کی تربیت پر توجہ دینا شروع کر دینی چاہیے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں اگر بچے کے کھانے کی عادت پوری ہوگی اگر وہ زیادہ کھاتا ہے تو بچپن میں اس کو اسی کام سے روک دیں یعنی جائز ضرورت سے بڑھ کر طلب باقی رہے گی۔

آقا علیہ السلام جب بچہ بولنا شروع ہوتا ہے تو اس کو پہلی چیز جو سکھائی جاتی ہے وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سکھاتے۔ جب بچے کے دودھ کے دانت گرنا شروع ہو جائیں تو بچے کو نماز کی عادت ڈال دو بعض میں عادت اتنی پختہ ہو جاتی ہے کہ تیس و چالیس سال میں بھی نماز کی عادت پختہ نہیں ہوتی۔ اگر ابتدائی سالوں میں ڈال دی جائے تو ان کی عادت کبھی چھوٹتی نہیں۔ اسی طرح ہر چیز کا اطلاق ہے اس طرح آداب ہیں۔ والد والدہ کا الفاظ کا انتخاب ہے وہیں ٹوکا لوگ جائے اچھے انداز میں تاکہ شخصیت سازی ہو جائے۔ تربیت صرف ماں کا کام نہیں ہے والد کے رول کو کبھی ماں ادا نہیں کر سکتی۔ اگر وہ اپنے حصے کا رول ادا نہیں کرے گا ہر کسی کا نامہ اعمال اپنا اپنا ہے ماں کا پُر ہوگا والد کا خالی ہوگا۔ قرآن جب انبیاء علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ کرتا ہے خاص قسم کے تعلق کا اظہار کرتا ہے۔

یہ ہمارے لیے ایک پیغام ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خاص قسم کی بونڈنگ ہے۔ کہیں سوالات ہے کہیں پر وہ اپنے خواب بھی اپنے بیٹے سے شیئر کر رہے ہیں۔ کوالٹی ٹائم

گزار رہے ہیں۔ کہیں وہ رائے مانگ رہے ہیں۔ بیٹا رائے دے رہا ہے بیٹے کی رائے کو عزت دے رہے ہیں۔ یہ اعتبار، محبت اور خود اعتماد کو ظاہر کرتا ہے کہیں یوسف علیہ السلام چھوٹے ہیں اپنے والد کے ساتھ اپنا خواب شیئر کر رہے ہیں۔ اگر قرآن کو رویے کے انداز میں دیکھیں کہ قرآن نے ان کہانیوں کو اس لیے بیان کیا کہ وہ دکھا رہے ہیں جہاں پر اپنے خواب سنائے جا رہے ہیں اس پر مشورہ کیا جا رہا ہے۔

سمارٹ

تربیت صرف مخلص وفادار والدین ہو جانے سے نہیں ہوتی اس کے ساتھ ضروری ہے کہ سمارٹ بھی ہوں مخلص ہوں لیکن سمارٹ نہ ہوں تو بچے کی ضروریات کو ایڈریس نہیں کریں گے عین ممکن ہے آپ کی سختی بچوں کو آپ کے خلاف آمادہ جنگ کر دے۔ اگر بچے کہیں کہ اس کو کرنے کا ایک سمارٹ طریقہ بھی ہے لیکن آپ کہیں کہ میں نے کہہ دیا اس پر قائم ہو جاؤ۔ اگر بچہ سمجھدار ہو گا تو وہ ذہن میں ضرور رکھ لے گا کہ ہمارے والدین کو سمجھ نہیں آتی۔ اسی فکر کے ساتھ بڑا ہو جائے گا۔ جوں جوں عمر بڑھتی چلی جائے گی اس کی سمجھداری پر شک بھی بڑھتا چلا جائے گا۔ وہ بڑا ہو کر آپ کی باتوں کو سنجیدہ لینا چھوڑ دے گا۔ شروع سے اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ان کو دنیا کا پتہ نہیں۔ وہ ادب سے آپ سے کچھ نہیں کہے گا مگر مشورہ جا کر دوستوں سے ہی کرے گا۔ اس لیے جب بچوں کے ساتھ سختی بھی کریں سمجھائیں بھی والدین آپس میں مشورہ کریں اور سمجھداری سے سمارٹ اعتبار سے چیزوں کو ڈیل کریں۔ بچے کے ذہن میں یہ پیدا نہ ہو جائے کہ ہمارے والدین کو سمجھ نہیں ہے۔

بچوں کی تربیت کا مرحلہ بچوں کی پیدائش سے بھی پہلے شروع ہو جاتا ہے۔ دراصل ہم اپنے بچوں کو بتانا کیا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو خود نہیں پتہ کہ آپ بچے کو کیا بنانا چاہتے ہیں کس جگہ اور کس کام پر محنت کروانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اولاد کی پیدائش سے پہلے اپنے تصور کو واضح کرنے کی قرآن تعلیم دیتا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپا آگیا ہے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کی دعا مانگ رہے ہیں۔ وہ دعا مانگتے ہی یہ کہہ دیتے تھے ہمیں دراصل کیسا بچہ چاہیے تیرے نیکوکار لوگوں میں سے ہو۔ اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام، سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے لیے دعا مانگ رہے ہیں۔

تو ذرا غور کیجئے جب پیدائش کا ابھی وجود بھی نہ ہوا ہو اس سے پہلے وہ کلیئر ہیں کہ مجھے اللہ سے کیا چاہیے۔ اگر اتنی کلیئر ہو کہ آپ نے اپنی اولاد کو بنانا کیا ہے تب آپ سمجھدار والدین کی طرح ان کو مناسب طور پر ایک ایک دن رہنمائی کرتے چلے جائیں گے۔ یہ صرف انبیاء علیہ السلام کا طریقہ نہیں ہے آپ اولیاء کی زندگی میں بھی دیکھ لیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد نے دعا کی مولا تو دنیا میں

جن کو ولی بناتا ہے مجھے ان میں سے بیٹا دے۔ جو مسلمانوں کی زبوں حالی کے اندر ان کو طاقتور کردے۔ تو جس دن سے وہ پیدا ہوگا تو والدین اس مقصد کو آگے بڑھانے کے لیے کوشش کررہے ہوں گے جو بے خیالی اور بے دھیانی میں پیدا کرتے چلے جاتے ہی ں نہ مقصد کا پتہ یا خیال واضح ہے کہ ہم نے اس اولاد سے آگے لینا کیا ہے۔ پھر ویسا ہی نتیجہ نکلتا ہے۔

یہ ہی کچھ ہم شیخ الاسلام کے بچپن کے احوال میں سنتے اور پڑھتے ہیں۔ دادا ابو قبلہ حرم پاک میں مانگ رہے ہیں مجھے مجدد بیٹا دے جب اللہ پاک دے دیتا ہے تو ایک دن ضائع کیے بغیر تربیت کرتے چلے جاتے ہیں۔ بابا فرید گنج شکرؒ کی والدہ کو پتہ ہے کہ میں مرد کامل تیار کررہی ہوں۔ اس کو پتہ ہے کہ اس کو شکر پسند ہے تو میں اس کو مصلے کے نیچے شکر بھی رکھوں۔ ایک مشن پر کام کرنا یہ اس کی زندگی کا پراجیکٹ ہے۔ موٹیویشن ڈویلپ کی جارہی ہے۔ ان کا مقصد تھا انھوں نے اپنی اولاد کو کامل بندہ بنانا ہے۔ ایک انسان کسی بچے کو بڑا ڈاکٹر بناتا ہے۔

اگر بے ہنگم طریقے سے سفر کرتے چلے جائیں گے اولاد ہے 4،5 کچھ پتہ نہیں کیا کرتے ہیں۔ ہم اولاد کو ترجیح نہیں دیتے ہم سمجھتے ہیں ہم بھی پل گئے ہیں یہ بھی پل جائیں گے۔ جیسے ہم اپنے مقصد جاب کو لیتے ہیں اپنی تعلیم کو لیتے ہیں اولاد روزمرہ کی چیزوں میں سے چیز بن جاتی ہے جو پراجیکٹ لے کر چلتے ہیں ان کی اولادیں پھر تاریخ رقم کرتی ہے۔ اللہ پاک ان کو خاص بنادیتا ہے جنھوں نے اپنی زندگی کے مقصد میں سے ایک بڑا شیئر اپنی اولاد کو دیا ہو۔ پھر وہ غیر معمولی بنتے ہیں۔ اس بچوں کی تربیت کے پراجیکٹ کو سنجیدہ لینے کی ضرورت ہے۔

ترجیحات بچوں کے ساتھ ڈیل کرتے ہوئے بھی بہت ناگزیر ہوتی ہیں جیسے ہم نے ایک دلیل کو حاصل کرنا ہے ہمیں بھی دل میں پتہ ہوتا ہے کہ یہ بات غلط ہے لیکن بچوں کے ساتھ ایک انا کا مسئلہ آگیا ہے۔ اپنی بات ثابت کرنے کے لیے ڈٹ جاتے ہیں۔ اس چیز کو سوچے بغیر کہ بچہ جب سمجھدار ہوگا یہ دلیل یاد آئے گی۔ یہ میرے بارے میں کیا سوچے گا یہ آگے اپنے بچوں کے ساتھ کیا کرے گا۔ اس تھوڑے سے لمحہ کے اندر ایک جنگ جیتنے کے لیے کیونکہ ترجیح تربیت نہیں ہے، ترجیح ایک لمحہ ہے ایسے بہت ساری ڈیکنگ اندر رویے اختیار کرلیتے ہیں۔ جس کا بڑا تکلیف دہ نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ ایک سروے تھا جس میں 105 ماؤں نے حصہ لیا۔ 25 ماں می ں سے بعض نے کہا ہم اپنے چ کو اچھا مسلمان بنانا چاہتے ہیں۔ 23 اچھا انسان، 22 نے کہا جو چاہیں بن جائیں۔ 9 نے کہا ڈاکٹر، انجینئر، 5 نے کہا بچوں کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں، 4 نے کہا ہم بچوں کو کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں۔

ہمارے بچے اعتدال شخصیت کے حامل ہوں۔ والدین کے مقاصد ہی واضح نہیں ہیں۔ ایک معتدل انسان بنانا چاہ رہے ہیں۔ آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ بچہ ڈاکٹر بن جائے لیکن جھوٹ بولتا ہو، ہمیں مسئلہ نہیں۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں دین سمجھ لے لوگوں کو کوئی فائدہ نہ پہنچاتا ہو، کیرئر بہت شاندار ہو، لیکن اپنی بیوی بچوں کو دھوکا دیتا ہو، کرپشن کرتا ہو، لوگوں کے مال کھاتا ہو، پاکستان کا سیاستدان بن جائے۔ کیا ایسی کامیابی قبول ہے۔ جس کے پیچھے بہت ساری بے عزتی آئے۔ لہذا واضح ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ اس سٹپ کے ساتھ بچے کو موٹیویٹ کر کے چلاتے ہیں مسلمان بنایا جائے آپ کیا چاہتے ہیں اللہ کا نیک بندہ بن جائے۔ اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچائے۔

پہلے دن سے ہی اس کو لے کر چلیں جبکہ ہم بچے کو دو کشتیوں کا مسافر بنا دیتے ہیں۔ جو بچے کی ذہنی نشو ونما کے لیے زہر قاتل ہے ہم خود اس پر توجہ نہیں دیتے، یہ بھی ذہنی طور پر۔۔ ہوتے ہیں۔ اگر قرآن کلاس کے لیے جاتے ہیں حجاب لیتی ہے اگر ہوٹل میں جاتی ہے تو حجاب اتار سکتی ہے۔ اب ایک شخصیت میں دو شخصیتیں پیدا کر دی۔ آپ نے شروع سے پریشان کر دیا وہ بھی پوچھے گی کہ ایک لمحے پہن لیں دوسرے لمحے نہ پہنے یہ کیا ہے ہمارا کلچر ہے جب اذان ہوتی ہے دوپٹہ لے لیتی ہیں آگے پیچھے نہیں لیتی۔ ہم نے اپنی پوری سوسائٹی کو منافقت پر قائم کر دیا ہے۔ ہم نہیں سوچتے ہم دو طرح کی شخصیت ایک شخص میں پیدا کر رہے ہیں۔ اگر حجاب کی عادت ڈالی ہے تو آپ اس کی تعریف نہیں کریں گے آپ اس میں خوبصورت لگ رہی ہیں۔ اس میں اعتبار نہیں آئے گا۔ وہ شرم محسوس کرتی رہے گی۔ اگر ڈالی ہے تو اس کا اطلاق بار بار کریں۔ جو وہ ہے اس کے بارے میں پر اعتماد ہو جائے۔

یہود ساری دنیا کو ٹی وی چینل بنا کر دیتا ہے لیکن وہ چینل اپنے گھروں میں دیکھنے کی اجازت نہیں۔ 70 فیصد چینل یہودیوں نے بنائے ہیں۔ یہود اپنے بچوں 90 فیصد اپنے سکول میں بھیجتے ہیں۔ پھر وہ اپنے سکولوں سے پختگی لے کر پوری دنیا میں حکومت بھی کر رہا ہے۔ ہمیں اپنی شناخت پر خود اعتماد نہیں ہے ہم منافقت کا مجموعہ بن گئے ہیں۔ صبح دیندار ہیں شام کو دنیا دار ہیں۔ اس طرح بچے کے ساتھ گیم کھیلنا انتہائی نقصان دہ ہو سکتا ہے ایک سمت پر ڈال دیا ہے اس کو on کریں اگر دنیا دار بنا دیا ہے تو بڑھاپے میں شکوے نہ کریں پھر خود بھی احساس کے ساتھ واپس آنا ہے کاش میں ہدایت پا گیا ہوں یہ بھی واپس آجاتا ہے۔ وہ اس وقت آئے گا جب اللہ پاک اس کے لیے لکھے گا۔ کیونکہ بچپن میں اپنا فریضہ ادا نہیں کیا۔ اس لیے یورپ کی سوسائٹی بہت جگہ بہت بہتر ہے۔ وہاں پر غلط ہے غلط ہے صحیح ہے تو صحیح ہے۔ منافقانہ رویہ نہیں ہے۔ تربیت خواہشات سے نہیں بلکہ اس کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔ ایک ایک لمحہ صرف کرتے تو اللہ پاک نتیجہ دیتا ہے۔ ایک واضح ترجیح سلیکٹ کریں اپنی اولاد کو کیسا دیکھنا چاہتے

ہیں ہم کہتے ہیں بچہ نیک بھی بن جائے مگر مولوی نہ بن جائے وہ خوف آتا ہے۔ بالکل دنیا کے کام سے نہ چلا جائے کل کو کاروبار ہی نہ کرے۔

جو کچھ بھی اولاد بنانا ہے اس میں واضح ہونا چاہیے غلط صرف تب غلط نہیں ہوتا جب بچے کریں تو غلط ہے والدین کریں تو صحیح ہے جب بچے اس طرح کا ماحول دیکھتے ہیں تو متنفر ہوتے ہیں۔ اگر بچوں کو کسی کاموں سے روکنا مقصود ہے تو خود بھی اس کاموں سے رک جائیں والدین کبھی بھی بچوں کے سامنے جھگڑا نہ کریں۔ بچوں کی خاطر جھگڑا نہ کریں اس پر ایک سروے ہے جس میں نفسیاتی صحت جاننے کی کوشش کی۔ جن کے والدین آپس میں لڑتے تھے ان کی زندگی میں فوکس نہیں تھا۔ لرننگ معذوری تھی ہم جھگڑا کر کے بچوں کو ذہنی معذوری کا تحفہ دیتے ہیں۔ بچوں کی تربیت کا عمل ایسا ہے جسے ایک باغ۔ اس کے ایک ایک دن کو سینچ کیا تو بڑا ہو کر خوبصورت باغ بن جاتا ہے۔ باغ محفوظ مقام ہوتے ہیں اس کے برعکس جنگل بے غیر محفوظ ہوتے ہیں۔ اس سروے میں کتنے بچوں نے یہ کہا کہ ہمارا شادی سے ہی احتمال اٹھ گیا ہے۔ بچی نے ساری زندگی والدین کو لڑتے دیکھا تو ذہن میں بٹھالیا کہ شادی کی صورت میں سکون میسر آہی نہیں سکتا۔ مسلم بچہ نے دوسرا مذہب اختیار کر لیا۔ اب وہ روزانہ دعا کرتا والدین اپنے آپ کو صحیح نہیں کر رہے تھے یہاں تک بچے نے اپنا ایمان کھو دیا۔ میرے گھر کا اذیت والا ماحول ہے اللہ پاک مجھے اس سے نجات نہیں دے رہا۔ اس کو سمجھانے والا کوئی نہیں تھا اس نے عقیدہ ہی چھوڑ دیا۔ ہم اس قدر نقصان بچوں کے اذہان کا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو امت محمدی ﷺ کے کچھ ارکان دیئے گئے ہیں۔ تربیت کے لیے اگر ان کو تباہ کر دیا تو حضور علیہ السلام کو کیا چہرہ دکھائیں گے۔ جھگڑے کا بعد اگلا سٹیپ بچوں کو استعمال کرتے ہیں۔ میسج کے طور پر ماں کو یہ بتادو باپ نے منع کیا ماں کہتی ہے بیٹا جاؤ میں تمھیں اجازت دیتی ہوں لیکن وہ اس عمل سے اذیت دینا چاہ رہی ہے باپ کو۔ مگر اتنی کم عقل ہے کہ ان کی اس حرکت سے وہ بچے کو تباہ کر رہے ہیں بچے دیکھتے ہیں کہ گھر کا ماحول سازگار نہیں ہے تو باپ سے الگ کی بات کریں گے اور ماں سے الگ طرح کی بات کریں گے۔ کچھ اجازتیں ماں سے لے لیں کچھ اجازت باپ لے لیں گے لہذا بچوں کے معاملہ میں اس طرح کا کام نہیں کرنا چاہیے بلکہ بچوں کو ایک پراجیکٹ سمجھ کر چلنا چاہیے۔

باپ کو جلاد بنا کر پیش کرنا کہ میں ان کے رعب سے کام لینا ہے یہ بھی بیوقوفی ہے، بچوں کے لیے ایک نفرت پیدا کر دی جائے وہ اپنے لیے آسانی کر رہی ہے۔ باپ آئے گا تو ڈانٹ پلواؤں گی دراصل آپ نے باپ کی شخصیت کو بچے کے سامنے جلاد بنا دیا ہے۔ وہ کبھی دل سے محبت نہیں کر سکے گی۔ جب تک دونوں رول مل کر کام نہیں کرے گے بچے کی کامل شخصیت فروغ نہیں پائے گی۔

بچہ ٹریپ پر جانا چاہتا ہے ماں یا باپ سمجھتا ہے کہ اس کے دوست اچھے نہیں میں اس کو نہیں دینا چاہتا تو اس کو نفسیاتی طور پر سمجھائیں سختی سے یہ کہنا کہ میں نے کہہ دیا یہ نہیں کرنا یہ بھی بچوں کے لیے عقلمند طریقہ نہیں ہے۔ اگر ماں سے بات ہوئی ہے تو وہ کہے باپ سے بات کر کے بتاتے ہیں۔ اس سے بچے کو پتہ چل جائے گا کہ میرے گھر کا ماحول ایک ہے لہذا بچوں کے معاملے میں آپس میں مشاورت نہایت ضروری ہے۔

بچوں کو عزت، محبت اور اعتماد سے ڈیل کیا جائے، بچہ نہ سمجھیں۔ اس کو اتنا ہی وقت دے کر سمجھائیں جتنا بڑے کو وقت دے کر سمجھاتے ہیں۔ وہ پر اعتماد ہو گا اور تھوڑی عمر میں میچور ہو کر اچھے مشورے بھی دیتا ہے۔ اگر بچے کو بچہ سمجھ کر ڈیل کریں گے وہ لیٹ بڑھے ہوں گے اور اتنی ہی سیٹ معاشرے سے پروڈکٹو شہری بنیں گے۔ بچوں کو کوالٹی ٹائم دیں۔ آپ کے ہاتھ میں موبائل بھی ہے اور بھی چیزیں ذہن میں ہیں اس کو کوالٹی ٹائم نہیں کہتے جو وکیشن کا نظام ہو جو کوالٹی ٹائم ہو لگن سے دیں کبھی کبھار ان کے فرینڈ کو گھر بلائیں۔ ان کے فرینڈ کے ساتھ بات چیت کریں۔ یہ بچوں کی خود اعتمادی میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ موقع پر ان کو سرپرائز بھی دیں وہ خوش ہوتے ہیں۔ کام میں ان کی مدد کرنا۔ موٹیویشن کا باعث بنتی ہے۔ بچوں کے پسند کی گیم کھیلیں۔ فیملی ٹائم گزاریں بچوں میں احساس پیدا ہوتا ہے کہ ہم ہیپی فیملی ہیں۔ پیرینٹنگ کا سٹائل کیا ہونا چاہیے؟ اسکی بہت ساری ٹرم ہیں۔ اس میں سے پیرینٹنگ فورم سب سے اچھی ہے نہ بہت نرمی اور نا بہت سختی ہو۔ اس میں ہداہت دیتے ہیں لیکن وجوہات کے ساتھ غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح سمجھتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کا بیان ہے اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں بہت ساری لیڈر ہوتے ہیں لیکن آپ نے 20، 22 سال حکمرانی کی ہے۔ اتنا عرصہ کیسے گزار لیا۔ 8، 10 سال میں لوگ بور ہو جاتے ہیں راز کیا تھا تو انھوں نے کہا جب میں دیکھتا ہوں کہ میری قوم بہت سارے کاموں میں سست ہو گئی تو میں رسہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ میری سختی سے بہت تنگ ہو گئے ہیں۔ محسوس کرتا ہوں کہ وہ مل کر اپنی طرف رسہ زور سے کھینچتے ہیں تو میں اس کو ڈھیلا کر دیتا ہوں تاکہ وہ امن و آسانی میں چلے جائیں۔ جب محسوس کرتا ہوں کہ اپنی عادات کو چھوڑ گئے ہیں پھر سختی کرتا ہوں یہی اسلوب بچوں کی تربیت میں ہونا چاہیے نہ 24 گھنٹے ہمیشہ سخت رہنا ہے۔

جب محسوس کریں کہ بہت نرمی ہو گئی ہے پھر سختی کریں جب دیکھیں کہ سسٹم سے واپس آ گئے ہیں پھر نرمی دے دیں اس طرح مسلسل تربیت کا عمل جاری رہتا ہے۔

دعوتِ دین میں خواتین کا کردار

لبنیٰ مشتاق

تمہید: دعوتِ دین کا مقصد انسان کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلانا ہے تاکہ وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو۔ اس عظیم کام میں جہاں مردوں نے اہم کردار ادا کیا، وہیں خواتین بھی پیچھے نہیں رہیں۔ تاریخِ اسلام کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ خواتین نے نہ صرف دعوتِ دین کو قبول کیا بلکہ اس پیغام کو پھیلانے میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ مذکورہ مضمون میں ہم جائزہ لیں گے کہ کس طرح خواتین نے دعوتِ دین کو عام کرنے میں اپنا کردار ادا کیا اور اسلامی تعلیمات اس کے متعلق کیا کہتی ہیں۔

ابتدائے اسلام میں دعوتِ دین سے متعلق خواتین کا کردار

اسلام کے آغاز ہی سے خواتین نے دعوتِ دین میں عملی شرکت کی۔ عورتوں میں سب سے پہلی ایمان لانے والی شخصیت سیدہ خدیجہؓ تھیں، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی، ان کی ہمت بندھائی اور ہر طرح سے ان کی مدد کی۔ حضرت خدیجہؓ کا کردار ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ خواتین دعوت و تبلیغ کے سفر میں نہ صرف معاون ہو سکتی ہیں بلکہ رہنمائی کا ذریعہ بھی بن سکتی ہیں۔

اسی طرح حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر نے ہجرت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے لیے خفیہ طور پر کھانا پہنچایا، جبکہ حضرت فاطمہؓ نے نہ صرف گھریلو محاذ پر بلکہ دین کے دفاع میں بھی

سر گرمی سے کردار ادا کیا۔اِسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے خواتین کے عائلی اسلامی مسائل کی ترویج اپنا اہم کردار ادا کیا۔

قرآن وسنت کی روشنی میں خواتین کا دعوتی مقام

قرآنِ کریم میں جہاں مومنین کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا حکم دیا گیا ہے، وہاں اس میں خواتین بھی شامل ہیں۔ارشادِ ربانی ہے: وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللهُ إِنَّ اللهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

”اور اہلِ ایمان مرد اور اہلِ ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں۔ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت بجالاتے ہیں، ان ہی لوگوں پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا، بے شک اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔“ [سورۃ التوبہ : 71]

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دعوتِ دین کی ذمہ داری مرد وزن دونوں پر ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. ”تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔۔۔“ (بخاری، الصحیح، 304/1، رقم: 853)

یہ حدیث بھی واضح کرتی ہے کہ ہر مسلمان، خواہ مرد ہو یا عورت، دین کی حفاظت اور اس کے فروغ کا ذمہ دار ہے۔

اسلامی تاریخ میں نمایاں خواتین داعیات

اسلامی تاریخ میں ایسی خواتین کی مثالیں بکثرت موجود ہیں جنہوں نے دعوتِ دین کا کام نہایت حکمت، بصیرت اور فہم کے ساتھ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جن باکمال عورتوں کا تذکرہ ملتا ہے ان میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ، سیدہ عائشہ اور سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کے علاوہ بھی کوئی نمایاں صحابیات ہیں، جنہوں نے دعوت و تبلیغ میں اہم کردار ادا کیا۔ ان میں سے ہر خاتون کی دینی، علمی، عملی ہر اعتبار سے ہر ایک کی الگ خصوصیت تھی، گویا ہمیں یہ حکم ہو رہا ہے کہ ہماری عورتوں کو ان خصوصیات کے اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ دین کے لئے قربانی دیتی تھیں، دین کے لئے جتنی قربانی انہوں نے دی، اتنی قربانی دوسری عورتوں نے بہت کم دی ہو گی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت اور ان کو تسلی دینا اور ان پر اپنا مال خرچ کرنا اور ان کے ساتھ شعب ابی طالب میں رہنا اور بھوک و پیاس برداشت کرنا، یہ ان کی خصوصیات تھیں، اس خصوصیت کو ہم بھی اور ہماری عورتیں بھی اختیار کریں کہ اپنا مال دین پر خرچ کریں اور دین کے راستے میں بچے اور بچیوں پر تکلیف آئے یا شوہر پر تکلیف آئے تو ان کو حوصلہ دیں۔ جب رسول ﷺ پریشان تھے تو حضرت خدیجہؓ نے فرمایا: اللہ آپ کو رسوا نہیں کریں گے۔ آپ رشتہ داریوں کو پالتے ہیں، اور آپ کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اور مال کما کر ان کو دیتے ہیں، جن کے پاس مال نہیں ہے، اور حق کے راستے میں جو مصیبتیں پڑتی ہیں ان کی مدد کرتے ہیں۔

یعنی تسلی دینا، مال خرچ کرنا اور مصیبت برداشت کرنا یہ خصوصیت ہماری عورتوں میں بھی آنی چاہئے جتنا عمل اونچا ہوتا ہے جزاء بھی اتنا ہوتی ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: حضرت جبریل نے مجھے بتایا کہ: میں خدیجہ کو ایسے محل کی خوشخبری دوں جو موتیوں کا بنا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یہ خواتین نہ صرف اپنے گھروں میں بلکہ معاشرے میں بھی ایک داعی کا کردار ادا کرتی رہیں۔

دورِ حاضر میں خواتین کا دعوتی کردار

آج کے دور میں بھی خواتین دعوتِ دین میں بھرپور کردار ادا کر سکتی ہیں:

گھریلو دعوت: ماں، بہن، بیٹی کے طور پر وہ گھر کے ماحول کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکتی ہیں۔

تعلیم و تدریس: مدارس، اسکول، یونیورسٹی اور آن لائن پلیٹ فارمز پر خواتین دیگر خواتین اور بچوں کو تعلیمِ دین دے سکتی ہیں۔

تحریر و تقریر: خواتین اپنے قلم اور زبان کے ذریعے دین کی دعوت دے سکتی ہیں۔ بلاگز، ویڈیوز، سوشل میڈیا، سیمینارز اس کے ذرائع ہو سکتے ہیں۔

سماجی خدمات: خواتین فلاحی اداروں، مشاورتی حلقوں اور اصلاحی تنظیموں کے ذریعے بھی دعوتی خدمات انجام دے سکتی ہیں۔

موجودہ دور میں چیلنجز اور اُن کا حل

اگرچہ آج کی خواتین کے لیے دعوتی میدان میں امکانات بہت زیادہ ہیں، تاہم دورِ جدید کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُن کے لیے چند چیلنجز بھی درپیش ہیں:

معاشرتی رکاوٹیں: بعض معاشروں میں خواتین کی دعوتی سرگرمیوں کو محدود کیا جاتا ہے۔

تعلیمی کی کمی: بہت سی خواتین اسلامی تعلیمات سے آگاہ نہیں ہوتیں، اس لیے دعوت دینا مشکل ہو جاتا ہے۔

میڈیا کا درست استعمال نہ کرنا: جدید میڈیا کا استعمال اگر دینی مقصد کے لیے نہ ہو تو وہ خود ایک رکاوٹ بن سکتا ہے۔

درپیش چیلنجز کا حل

1 - خواتین کے لیے دعوتی تربیت کا اہتمام کیا جائے۔

2 - مساجد، مدارس اور اداروں میں خواتین کی شرکت کو آسان اور منظم بنایا جائے۔

3 - آن لائن اسلامی کورسز، تربیتی ورکشاپس اور اسلامی ویڈیوز کا فروغ کیا جائے۔

خلاصۂ کلام

اسلام ایک متوازن اور ہمہ گیر دین ہے، جو ہر فرد کو دین کی خدمت کا موقع دیتا ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ خواتین کا دعوتِ دین میں کردار نہ صرف تاریخِ اسلام میں روشن ہے بلکہ آج بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ خواتین کو ان کی دینی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جائے، انہیں مواقع فراہم کیے جائیں اور ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ جب خواتین بیدار ہوں گی، تو گھروں سے معاشرہ اور معاشرے سے پوری امت بیدار ہو گی۔

خواتین کی معاشی کفالت اور اسلام کا تصورِ وراثت

دعا زہرہ

تعارفِ موضوع

اسلام وہ دینِ متین ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے میں ہر خاص و عام کو راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ آمدِ اسلام کے ساتھ جاہلیت کی باطل رسومات جہاں ختم ہوئیں وہی پر یتیموں کے مال اور عورتوں کے حقوقِ میراث کے سلسلے میں بھی تفصیلی احکامات کا نزول ہوا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے نتیجے میں عورتوں پر ہونے والے احسانات میں سے ایک عظیم احسان یہ بھی ہے کہ خواتین کو بھی وراثت کا حق دار قرار دیا گیا۔ خواتین کے حقوق کا تحفظ اور ان کی معاشی کفالت اسلام کے اہم مقاصد میں شامل ہے۔ جاہلیت کے دور میں عورت کو وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا، لیکن اسلام نے اس ظلم کا خاتمہ کیا اور خواتین کو وراثت میں حصہ دے کر ان کی معاشی خود مختاری کی بنیاد رکھی۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق عورت ماں، بیٹی، بہن اور بیوی ہونے کی حیثیت سے وراثت کی حق دار ہے۔

اسلام سے قبل خواتین کی معاشی حیثیت

اسلام سے قبل عرب معاشرے میں عورت کو محض جائیداد کا ایک حصہ تصور کیا جاتا تھا۔ اسے خود کسی قسم کا مالی حق حاصل نہ تھا۔ بیوی، بہن اور بیٹی کو وراثت میں کچھ نہ دیا جاتا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات عورت کو خود وراثت میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا۔(النساء: 7)

”مردوں کے لیے اس (مال) میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے (بھی) ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ میں سے حصہ ہے۔ وہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ (اللہ کا) مقرر کردہ حصہ ہے“

علامہ سیوطی اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

إِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا لَا يُوَرِّثُونَ النِّسَاءَ وَلَا الْوِلْدَانَ الصِّغَارَ شَيْئًا يَجْعَلُونَ الْمِيرَاثَ لِذِي الْأَسْنَانِ مِنَ الرِّجَالِ. (سیوطی، الدرالمنثور، 439/2)

”بے شک جاہلیت میں لوگ عورتوں اور چھوٹے بچوں کو کسی بھی چیز کا وارث نہیں بناتے تھے بلکہ خود بڑی عمر والے لوگ وراثت پر قبضہ کر لیا کرتے“

اسلامی تصورِ وراثت؛ ایک انقلابی نظریہ

آمدِ اسلام سے قبل عورت کو حقِ وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو وراثت میں مقررہ حصہ دے کر ایک معاشی انقلاب برپا کیا۔ قرآن کریم میں واضح طور پر حکم دیا گیا:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا (النساء:7)

"مردوں کے لیے اس (مال) میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے (بھی) ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ میں سے حصہ ہے۔ وہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ (اللہ کا) مقرر کردہ حصہ ہے"

یہ آیت وراثت میں مرد و عورت دونوں کے حق کو ثابت کرتی ہے، اور عورت کو خود مختار مالی حیثیت دیتی ہے۔

عورت کے وراثتی حقوق کی تفصیل

اسلام میں عورت کو مختلف حیثیتوں میں وراثت دی گئی ہے:

ماں کے طور پر: اگر اولاد موجود ہو تو ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ (1/6) دیا جاتا ہے۔ (النساء:11)

بیٹی کے طور پر: اگر بیٹی اکیلی ہو تو آدھا حصہ (1/2)، دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی (2/3)۔(النساء:11)

بیوی کے طور پر: اگر اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں (1/8) حصہ، اولاد نہ ہو تو چوتھا (1/4)۔(النساء:12)

بہن کے طور پر: اگر میت کی اولاد نہ ہو اور بہن ایک ہو تو اسے نصف، دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی، اور اگر بھائی بھی ہو تو پھر "عصبات" کا اصول لاگو ہوتا ہے۔(النساء:176)

وراثت میں عورت کے حصے پر اعتراضات کا جواب

بعض ناقدین اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ عورت کا حصہ مرد کے مقابلے میں آدھا کیوں ہے؟ اس کا جواب درج ذیل نکات میں ہے:

مرد پر معاشی بوجھ: اسلام میں مرد پر عورت کی کفالت واجب ہے۔ بیوی، بچوں، والدین اور بعض صورتوں میں بہنوں کی مالی ذمہ داری مرد پر عائد کی گئی ہے۔

عورت کا حصہ مکمل ذاتی ملکیت: عورت کو ملنے والا وراثتی حصہ مکمل طور پر اس کی ذاتی ملکیت ہوتا ہے، وہ چاہے تو اسے استعمال کرے یا بچائے۔

معاشرتی عدل: یہ فرق مساوات کی نفی نہیں بلکہ عدل کی بنیاد پر ہے۔ اسلام مساوات سے بڑھ کر عدل کو اہمیت دیتا ہے۔

جیسا کہ مولانا مودودی فرماتے ہیں:

”اسلام میں مرد و عورت کی وراثت کے حصے ان کے فرائض وذمہ داریوں کے مطابق رکھے گئے ہیں۔“

وراثتی حقوق کی اہمیت اور موجودہ معاشرتی صورتحال:

آج کے دور میں اگرچہ قانونِ وراثت اسلامی ممالک میں موجود ہے، لیکن عملاً خواتین کو ان کے حصے سے محروم رکھنا عام بات ہے۔ خاندان اور معاشرہ بعض اوقات دباؤ، لالچ یا جھوٹ کے ذریعے عورت کا حق چھین لیتے ہیں۔ خواتین کو ان کے شرعی وراثتی حقوق دینا نہ صرف ان کی معاشی بہتری کے لیے ضروری ہے، بلکہ معاشرے کی مجموعی فلاح کے لیے بھی ناگزیر ہے۔ خواتین کے حقوق کا استحصال بالخصوص اُن کی زمین یا دیگر وراثت میں آنے والی اشیاء پر قبضہ جمانا یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہی نہیں بلکہ ظلمِ عظیم ہے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ:

مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا، فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ.

”جس نے زمین میں سے ایک بالشت بھی ظلم کرتے ہوئے (کسی سے) حاصل کی، قیامت کے دن اسے سات زمینوں سے طوق پہنایا جائے گا۔(بخاری، الصحیح، 1168/3، رقم: 3026)

خلاصۂ کلام

عورتوں کو میراث، تعلیم، صحت، اور برابری کے حقوق فراہم کرنے کیلئے معاشرتی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ ان کو معاشرے میں اپنے تناسب کے اعتبار سے مکمل شرکت دینی چاہئے تاکہ ان کا تعلق پورے معاشرتی نظام کے ساتھ قائم ہو۔ حقِ میراث عورت کا بنیادی حق ہے لیکن آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی خواتین کی اکثریت کو ان کے حق کے مطابق وراثت میں حصہ نہیں ملتا۔ وہ لوگ جو بے خیالی میں یا جان بوجھ کر عورت کو حقِ وراثت سے محروم کرکے حرام مال کے حصول کی جانب گامزن ہیں، انہیں اس گناہ سے بچنا چاہیے۔ اسلام کا تصورِ وراثت عورت کی معاشی خودمختاری، وقار اور تحفظ کی ضمانت ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جو نہ صرف عورت کو معاشی سہارا دیتا ہے، بلکہ مرد کو بھی ایک ذمہ دار کردار سونپتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی وراثتی اصولوں پر نہ صرف زبانی اقرار ہو بلکہ عملاً ان پر عمل درآمد ہو تاکہ خواتین کے ساتھ عدل وانصاف کا حقیقی مظاہرہ ہوسکے۔

صلح جوئی اور باہمی تعلقات

فجر نعمان

تنگ نظری اور عدم برداشت نے ہماری سماجی زندگی کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ہم ایک جھگڑالو معاشرہ بن کر رہ گئے ہیں۔ ہم سے ہماری طبیعت کے مخالف کوئی بات برداشت نہیں ہوتی۔ غور کئے بغیر فوراً شدید رد عمل دیتے ہیں۔ پوری دنیا میں ہم ایک جھگڑالو قوم کے طور پر مشہور ہیں۔ ابھی حال ہی میں ہمارے ایک عرب بھائی ملک کے سفیر نے بھی دکھ بھرے لہجے میں کہا کہ پاکستان شہری جس ملک میں رہیں اس ملک کے قوانین اور سماجی روایات کا احترام کریں۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟۔ بچپن میں تعلیم و تربیت کا جو تھوڑا بہت نظام موجود تھا وہ آج ختم ہو گیا ہے۔ ہم اسلامی ملک ہیں مگر روحانیت کی جگہ مادیت نے لے لی ہے۔ ہمارے خراب معاشی حالات نے ہمارے اندر تشدد اور غصہ بھر دیا ہے۔ صلح کی جگہ جھگڑے نے لے لی ہے۔ باہمی تعلقات کی یہ صورت حال ہے کہ فیملی کورٹس میں سب سے زیادہ کیسز خلع اور طلاق کے آرہے ہیں ماں، بیٹے کے خلاف تحفظ کے لئے پولیس سے درخواستیں کر رہی ہے۔ بھائی، بھائی کا قتل کر رہا ہے۔ ہم جس پیغمبر اسلام کے اُمتی ہیں انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے انسان کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ خود نرمی فرمانے والا ہے اور ہر چیز میں نرمی پسند فرماتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اُسے نرمی کی صفت سے نواز دیتا ہے، جو لوگوں پر رحم نہ کرے اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔

ہم نے معاف نہ کرنے والی بری صفت کو اپنی طبیعت کا حصہ بنا کر اپنے اوپر خیر کے سارے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ اس وقت جاپان ایک ایسا ملک ہے جس کی ترقی، خوشحالی اور امن کا راز ان کی سادگی اور مسکراتے چہروں میں ہے۔ پچھلی دو دہائیوں سے جاپان میں قتل کی کوئی واردات نہیں ہوئی، چوری کی کوئی واردات نہیں ہوئی لوگ گاڑی کے اندر چابی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اپنے گھر کے دروازوں کو کھلا رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی قوم نے اسلام کی تعلیمات کو اپنایا ہے تو وہ جاپانی قوم ہے۔

جاپان کے معنی ہیں خوش و خرم لوگوں کا جزیرہ۔ جاپانیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ دوسروں کو خوش رکھنے سے خوشی ملتی ہے۔ یہ تعلیمات تو پیغمبر اسلام کی ہیں، یہ ہماری علمی وراثت ہے، یہ تو ہمارا دین کہتا ہے کہ مسکرا کر بات کرنا بھی صدقہ ہے مگر ہم نے ان تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اپنے روز و شب کو جہنم زار بنا لیا ہے۔ جاپانی آج دنیا کا پر امن معاشرہ کیوں ہیں؟ انہوں نے صرف دو کام کئے ہیں۔ (1) ہوش سنبھالتے ہی انہوں نے اپنے بچوں کو اخلاق سکھایا ہے، ان کی تربیت کی۔ جماعت اول سے لیکر چھٹی جماعت تک بچوں کو صرف ایک مضمون پڑھایا جاتا ہے اُس کا نام ہے اخلاقیات کہ گھر میں کیسے رہنا ہے۔ محلے میں کیسے رہنا ہے۔ سکول میں کیسے رہنا ہے؟ شہر میں کیسے رہنا ہے اور اپنے ملک کے ساتھ محبت کیسے کرنی ہے؟ دوسرں کے لئے آسانیاں کیسے پیدا کرنی ہیں؟ جاپان دنیا کا خوشحال ترین ملک یہاں ارب پتیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر کوئی ارب پتی اپنے بچوں کی نگہداشت کے لئے نوکر نہیں رکھتا۔ وہ اپنے بچوں کی خود تربیت کرتا ہے۔ دوسرا جاپانیوں نے سادگی اختیار کی ہے اور تیسرا انہوں نے سخت محنت کو اپنا شعار بنایا ہے۔ بچوں کی تربیت، سادگی اور سخت محنت اور مسکراتے چہرے کے ساتھ ہر ملنے والے کو خوش آمدید کہنا ان کی پر سکون زندگی کا راز ہے۔ یہی تعلیمات پیغمبر اسلام نے ہمیں دیں جنہیں چھوڑ کر ہم اس وقت کرۂ ارض کی مفلوک الحال قوم بن گئے ہیں۔

ہم جانے انجانے میں ہونے والی کسی کی کوتاہی کو برداشت نہیں کرتے۔ دل میں دشمنی پال لیتے ہیں، عمل کا شدید ردعمل دیتے ہیں، نقصان پہنچانے کی منصوبہ بندی کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح ہمارے ذہن تخریب کاری کا مرکز بن جاتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی عفو و درگزر کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ان پر عمل کر کے ہم باہمی تعلقات کو خوشگوار بنا سکتے ہیں۔ غزوہ حنین کے موقع پر آپ ﷺ نے تالیف قلب کے لئے نو مسلموں کو مال غنیمت سے زیادہ حصہ دیا۔ کسی نے کہا "یہ تقسیم عادلانہ نہیں ہے" ذرا چشم تصور میں لائیں ایک فاتح سپہ سالار پر اس کا کوئی سپاہی انگلی اٹھا دے؟ تو وہ کیا حشر کرے گا مگر یہ سپہ سالار کوئی دنیادار سالار اعلیٰ نہیں آپ ﷺ نے اس گستاخی پر فقط اتنا کہا اگر اللہ کا رسول انصاف نہیں کرے گا تو پھر انصاف کرنے والا کون ہے؟ ایسا ہی حلم اور بردباری اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے حلم اور بردباری کے ذریعے دن کے روزہ دار اور رات کے عبادت گزار کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ جو شخص غصہ دلائے جانے پر بھی غصہ میں نہ آئے اس کے لئے اللہ کی محبت ضروری ہو جاتی ہے جو اللہ کی رضا کے لئے عاجزی اور کمتری اختیار کرتا ہے اللہ اُسے سربلند کر دیتا ہے۔

برداشت، کی ایک مثال امام اعظم ابو حنیفہؒ سے متعلق ہے۔ آپ مسجد میں اپنے تلامذہ کے ہمراہ موجود تھے کہ ایک شخص نے آپ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ مسلسل گالیاں دیتا چلا گیا، آپ نشست ختم کر کے گھر کی طرف روانہ ہوئے وہ شخص پیچھے پیچھے گالیاں دیتے ہوئے چلتا رہا۔ جب آپ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رکے اور کہا میرے پاس وقت کم ہے جتنی گالیاں دینی ہے دے لیں اس غیر متوقع جواب پر وہ شخص شرمندہ ہوا اور سر جھکا کر پلٹ گیا۔ اگر ہم اپنی زندگیوں کو پر سکون اور تعلقات کو خوشگوار بنانا چاہتے ہیں تو دوسروں کو معاف کرنا سیکھیں، انہیں برداشت کرنا سیکھیں۔ اُن سے مکالمہ کرنا سیکھیں۔

فی زمانہ جاپانی قوم سے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا مگر ان کے اندر سارے اوصاف پیغمبر اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہیں۔ جاپانی گالی نہیں دیتے ان کی زبان میں گالی ہے ہی نہیں۔ جب کوئی جاپانی کسی شخص سے ناراض ہوتا ہے تو وہ اُسے ’’باکا‘‘ کہتا ہے جس کا مطلب ہے بیوقوف اور یہ لفظ کوئی جاپانی نہیں سننا چاہتا۔ جب والدین اپنے بچوں سے ناراض ہوتے ہیں تو وہ انہیں کہتے ہیں ’’تم جاپانی نہیں ہو‘‘ ۔ بچوں کی اس لفظ سے عقل ٹھکانے آجاتی ہے۔ جاپان کی 50 فیصد صنعتی

ترقی خواتین کی وجہ سے ہے۔ جاپان کے والدین بیٹیوں کو نعمت سمجھتے ہیں کیونکہ لڑکیاں لڑکوں کی نسبت والدین سے حیرت انگیز تک زیادہ محبت کرتی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا بیٹیوں کو برا مت سمجھو یہ بہت محبت کرنے والیاں ہوتی ہیں۔ لگتا ہے اللہ کے رسول ﷺ کے اس پیغام کو جاپانی قوم نے درست طریقے سے سمجھا ہے۔ جاپان کی ترقی کا راز جاپان کی مائیں ہیں۔

جاپان 500 مذاہب کی سرزمین ہے مگر آج تک وہاں کوئی مذہبی جھگڑا نہیں ہوا۔ صلح جوئی وہ راستہ ہے جو دلوں کو جوڑتا ہے اور اختلافات کو دور کرتا ہے۔ باہمی تعلقات کی مضبوطی کے لئے ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کے جذبات کو سمجھیں اور ان کی قدر کریں۔ صلح کے بغیر کوئی بھی معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا، کیونکہ امن ہی خوشحالی کی بنیاد ہے۔ باہمی تعلقات کی اصلاح کا آغاز خود احتسابی اور برداشت سے ہوتا ہے۔ صلح جوئی کا راستہ ہمیشہ مشکل ہوتا ہے لیکن اس کے نتائج ہمیشہ پائیدار ہوتے ہیں۔ باہمی تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے اختلافات کو بھول کر مشترکہ مفادات پر توجہ دیں۔ صلح کے لیے پہلا قدم دوسروں کو معاف کرنا ہے، کیونکہ معافی دلوں کو نرم کرتی ہے۔ صلح جوئی کی طاقت وہ ہے جو دنیا کو بدل سکتی ہے، کیونکہ یہ نفرت کو محبت میں تبدیل کرتی ہے۔ باہمی تعلقات کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنا انا کو پیچھے چھوڑ دیں اور دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ صلح کا راستہ وہی لوگ اپناتے ہیں جو دوسروں کی خوشی میں اپنا خوشی دیکھتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں عدم برداشت بہت بڑھ گیا ہے۔ ہم کسی کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ دوسروں کی نیتوں پر شک کرتے ہیں جبکہ نیتیں اور دلوں کے بھید اللہ جانتا ہے۔ عدم برداشت نے ناانصافی کی کوکھ سے جنم لیا۔ ہم سزا اور جزا کے فیصلے اسی دنیا میں کرنا چاہتے ہیں۔ تھانے، عدالتیں، چھوٹے چھوٹے جھگڑوں اور مقدمات سے بھری ہوئی ہیں۔ ماں، بیٹے کے ظلم کا شکار ہے، باپ بیٹے سے ڈرتا اور چھپتا پھر رہا ہے۔ بھائی بھائی کا قاتل بن جاتا ہے۔ بیویاں شوہروں سے تنگ ہیں اور شوہر بیویوں سے۔ فیملی کورٹس میں 80 فیصد مقدمات خلع اور طلاق کے ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے جو 6 ہجری میں پیش آیا۔ حضرت محمد ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے ارادے سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، لیکن قریش نے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ اس موقع پر ایک معاہدہ ہوا جسے صلح حدیبیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس معاہدے کے تحت دس سال کی جنگ بندی طے پائی اور مسلمانوں کو اگلے سال عمرہ ادا کرنے

کی اجازت دی گئی۔ بظاہر یہ معاہدہ مسلمانوں کے لیے خسارے کا لگ رہا تھا لیکن یہ دراصل اسلام کے پھیلاؤ کا باعث بنا اور صلح کی ایک بہترین مثال قائم ہوئی۔

فتح مکہ

فتح مکہ 8 ہجری میں پیش آیا جب مسلمانوں نے مکہ کو بغیر کسی جنگ کے فتح کیا۔ حضرت محمد ﷺ نے مکہ میں داخل ہونے کے بعد عام معافی کا اعلان کیا اور ان لوگوں کو بھی معاف کر دیا جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید ظلم و ستم روا رکھا تھا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو، یہ واقعہ نبوی اخلاقیات اور صلح جوئی کی عظیم مثال ہے۔

میثاق مدینہ

جب حضرت محمد ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو وہاں مختلف قبائل اور مذاہب کے لوگ آباد تھے۔ ان کے درمیان امن و امان اور وتعاون کو فروغ دینے کے لیے ایک معاہدہ کیا گیا جسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے میں مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر قبائل کے حقوق و فرائض کو متعین کیا گیا اور اس کے نتیجے میں مدینہ ایک پر امن شہر بن گیا۔ یہ معاہدہ اسلامی ریاست کی بنیادوں میں صلح اور حسن معاملات کا ایک اہم ستون تھا۔

یہودیوں کے ساتھ معاملات

مدینہ میں موجود یہودی قبائل کے ساتھ حسن سلوک اور صل کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے ہمیشہ ان کے ساتھ انصاف اور حسن معاملات کا مظاہرہ کیا، چاہے وہ معاہدات کی پابندی ہو یا تجارتی معاملات۔ جب یہودی قبائل نے معاہدوں کی خلاف ورزی کی، تب بھی آپ ﷺ نے ان کے ساتھ صلح کی راہیں تلاش کیں اور جنگ کو آخری حربہ کے طور پر اپنایا۔

عیسائیوں کے ساتھ صلح

حضرت محمد ﷺ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ بھی صلح کا معاہدہ کیا تھا۔ اس معاہدے کے تحت عیسائیوں کو اپنی عبادت اور مذہبی رسومات کی آزادی دی گئی اور ان کے جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دی گئی۔ یہ معاہدہ مختلف مذاہب کے درمیان صلح اور بقائے باہمی کی ایک شاندار مثال ہے۔

جہیز خاوند کی ذمہ داری ہے

ڈاکٹر محمد اقبال چشتی

پاکستانی معاشرہ مختلف تہذیبوں کے تاریخی تسلسل اور ثقافتی میل جول کا نتیجہ ہے، جہاں ہندو تہذیب، مغلیہ روایات اور نوآبادیاتی نظام نے معاشرتی ڈھانچے پر گہرے اثرات چھوڑے، انھی اثرات میں سے ایک رسم ''جہیز'' بھی ہے، جو آج ہمارے سماجی نظام میں اس قدر رچ بس گئی ہے کہ اسے نکاح کا لازمی حصہ سمجھا جانے لگا ہے۔ حالانکہ اسلامی تعلیمات میں نہ اس کا حکم ہے، نہ اس کی تاکید۔ افسوس کہ یہ غیر اسلامی تصور آج بھی مسلم معاشرے میں نہ صرف زندہ ہے بلکہ اکثر والدین کے لیے معاشی بوجھ اور بیٹیوں کے لیے ذہنی اذیت بن چکا ہے۔

جہیز کا معنی و مفہوم

لفظ جہیز عربی زبان کے لفظ ''جھاز'' سے ماخوذ ہے، جس کا اِطلاق بنیادی ساز وسامان یا کسی چیز کو تیار کرنے پر ہوتا ہے۔ یہ باب تفعیل ''جَھَّزَ يُجَھِّزُ تَجْھِيزًا'' سے ہے جس کے معنی ہیں'' سامان تیار کرنا، مہیا کرنا'' خواہ وہ کسی مسافر کے لیے، کسی دلہن کے لئے یا کسی میت کے لئے ہو۔

امام راغب اصفہانی نے 'المفردات' جہیز کی تعریف میں لکھا ہے:

الجهاز ما یُعَدُّ من متاع وغیرہ والتجهیز حمل ذلك أو بعثه۔ (راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، دار المعرفة، بیروت، لبنان۔ ص 101)

جِہاز: اس سامان کو کہا جاتا ہے جو (کسی کے لیے) تیار کیا جائے اور اس سے ہی تجہیز ہے جس کے معنی ہیں اس سامان کو اٹھانا یا بھیجنا۔

اسلام میں جہیز کا تصور اور اس کی حقیقت

اسلامی تعلیمات میں لڑکی والوں سے جہیز کا مطالبہ کرنے کا نہ تو کوئی تصور اسلام میں ملتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی باقاعدہ شرعی حکم مذکور ہے۔ اگر کتبِ احادیث و فقہ کا جائزہ لیا جائے تو اس ضمن میں فقہاء نے کئی ابواب قائم کئے کسی میں منگنی کا ذکر (منکوحہ کو ایک نظر دیکھ لینا، کفو کا خیال رکھنا وغیرہ)، نکاح کے احکام کا ذکر، حق مہر کا ذکر، ولیمہ کا ذکر جیسے اہم موضوعات ملتے ہیں، لیکن جہیز کے بارے میں اسلام میں کوئی تصور دیکھنے کو نہیں ملتا۔

صحابہ وتابعین کے زمانہ میں جہیز کا پسِ منظر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں کہیں اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے لڑکی والوں سے فرمائشی جہیز مانگا ہو یا اپنا حق سمجھ کر قبول کیا ہو، یا اس کو ضروری سمجھا ہو۔ اسی طرح تابعین کے مبارک دور میں بھی اس طرح کی کوئی روایت یا واقعہ نہیں ملتا جس میں کسی لڑکی والے سے جہیز کی ڈیمانڈ کی ہو۔ البتہ اس کے اُلٹ کئی واقعات ملتے ہیں جو جہیز نہ لینے کی رسم پر دلالت کرتے ہیں۔ امام ابو نعیم اپنی کتاب ’حلیۃ الاولیاء‘ میں مشہور تابعی سعید بن مسیب کے متعلق لکھتے ہیں۔ ابن ابی وداعہ کہتے ہیں کہ:

مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیبؒ کے پاس ایک آدمی آیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کئی دن غائب رہا اور کافی عرصے کے بعد آیا تو حضرت سعیدؒ نے غائب رہنے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے بتایا کہ اس کی بیوی فوت ہو گئی تھی لہٰذا مصروف رہا۔ حضرت سعید بن مسیبؒ نے پوچھا کیا تو نے کوئی دوسری شادی کرلی ہے؟ اس نے کہا کہ: میں فقیر ہوں مجھے کون رشتہ دے گا؟ حضرت سعیدؒ نے دو درہم یا تین درہم مہر کے عوض وہیں اس کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیا۔ (ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص 168)

اس واقعہ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شادی کے موقع پر خاوند یا بیوی کی طرف سے سامان جہیز دیا جانا ضروری نہیں۔ اور نہ یہ نکاح اور شادی کا لازمہ ہے ورنہ سعید بن مسیب جیسے متبع سنت تابعی اس کی خلاف ورزی نہ کرتے۔

بیوی کی تمام جائز ضروریات پوری کرنا خاوند کی ذمہ داری ہے

بیوی کی جملہ جائز ضروریات اور اخراجات کا شرعاً ذمہ دار خاوند ہے۔ فقہ حنفی کے عظیم فقیہ علامہ مرغینانی اپنی کتاب ''الہدایہ'' میں لکھتے ہیں:

النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت أو كافرة اذا سلمت نفسها إلى منزله فعليه كسوتها وسكناها والأصل فى ذلك قوله تعالى لينفق ذوسعة من سعته. (مرغینانی، برہان الدین، الہدایہ، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان۔ ص 415)

''بیوی مسلمان ہو یا کتابیہ اس کا ہر قسم کا خرچہ خاوند پر واجب ہے جبکہ وہ (بیوی) اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کر دے اور اس کے گھر میں منتقل ہو جائے اس خرچہ میں اس کی خوراک، لباس اور رہائش کے لئے مکان داخل ہے۔ اور اس حکم کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔''

صحاح ستہ معروف کتب احادیث اور چاروں فقہاء کی امہات الکتب میں "باب الجہیز" کے عنوان سے کوئی باب قائم نہیں کیا، اگر کوئی شرعی حکم ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ جہاں نکاح سے متعلق دیگر احکامات تفصیلاً بیان ہوئے وہاں جہیز کا بیان نہ ہوتا۔ لیکن جیسا کہ اسلام کا دائرہ کار وسیع ہو جانے سے اور مسلمانوں کے مختلف ممالک میں پھیل جانے اور غیر مسلم اقوام کے ساتھ مل جل کر رہنے کی وجہ سے بعض رسومات ان میں دانستہ یا نادانستہ پیدا ہو گئی تھیں جن میں سے ایک جہیز ہے۔

لڑکی کے والدین سے جہیز کا مطالبہ کرنا کیسا؟

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ سامانِ جہیز خاوند کی ذمہ داری ہے اور وہ جملہ ضروری گھریلو اشیاء کے مہیا کرنے کا پابند ہے۔ لہذا خاوند یا اس کے گھر والوں کو قطعاً حق حاصل نہیں کہ وہ اُس لڑکی یا اس کے والدین سے جہیز کا مطالبہ کریں یا انہیں مجبور کریں۔ اسی قضیہ و مخمصہ کے پیشِ نظر علامہ ابن حزم بیان کرتے ہیں:

وَلَا یَجُوْزُ أَن تُجبَرَ الْمَرْأَةُ عَلَی أن تَتَجَهَّزَ إِلیهِ بشیءٍ أصلًا لا صداقها الذی أصدقها، ولا من غیره من سائر مالها، والصداق کله لها، تفعل فیه کله، ما شاءت، لا إذن للزوج فی ذلك ولا اعتراض. (ابن حزم، المحلی، ج9، ص507)

"عورت کو اس بات پر مجبور کرنا جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند کے پاس سامان جہیز لائے۔ نہ ہی اس مہر کی رقم سے جو خاوند نے اسے دی ہے اسکا اپنا مال مہر جو سارے کا سارا اسکی ملکیت ہے اس میں وہ جو چاہے کرے خاوند کو اس میں کسی قسم کا دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔"

کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ میں ہے:

"اگر کوئی آدمی ایک ہزار روپے مہر پر کسی عورت سے نکاح کرے اور عادت یہ ہو کہ اتنا مہر ایک بڑے جہیز کے مقابلے میں ہوتا ہو مگر وہ عورت ایسا نہ کرے (جہیز نہ لائے) تو خاوند کو اس بات کا حق نہیں کہ اس سے جہیز لانے کا مطالبہ کرے۔ اگر بیوی جہیز بھی لائے تو اسکی مالک بیوی ہی ہو گی خاوند کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ آدمی پر واجب ہے کہ وہ عورت کے لیے ایسی رہائش کی جگہ تیار کرے جو ضروریات زندگی پر مشتمل ہو۔" (الجزیری، عبدالرحمٰن، کتاب الفقہ علی مذہب الاربعہ، علما اکیڈمی، شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب۔ ج4، ص217)

جہیز دینا درجہ مباح میں ہے

یہ بات واضح ہو چکی کہ شادی پر لڑکی کے والدین کا جہیز دینا کوئی شرعی حکم نہیں ہے اور نہ ہی یہ لازمہ نکاح ہے اور نہ ہی سنت ہے۔ جہیز کا سامان مہیا کرنے کا ذمہ دار خاوند ہے۔ لیکن آج ہمارے معاشرے میں کئی ایسی رسومات پائی جاتی ہیں جنکا شریعت اسلامی میں کوئی تصور نہیں پایا جاتا یعنی شریعت اسلامی میں نہ تو ان کا درس ملتا ہے اور نہ ہی اسکی ممانعت ملتی ہے ایسے امور کو فقہ اسلامی کی روشنی میں مباح کہتے ہیں، ان میں سے ایک جہیز بھی ہے جو ہمارے معاشرے میں آگیا ہے اور جڑ پکڑ چکا ہے۔ دینی، عائلی اور سماجی مسائل کے متعلق جاننے کے لیے ہم سے رابطہ کریں۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیرِاہتمام
9 روزہ ”ٹریننگ آف ٹرینرز“

خصوصی رپورٹ

تحریک منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام 25 جون 2025ء سے آل پاکستان ”ٹریننگ آف ٹرینرز“ کا آغاز کیا گیا۔ 25 جون کو جنوبی پنجاب، 28 جون کو سنٹرل پنجاب کی ذمہ داران کی ٹریننگ کی گئی۔ اسی طرح ”ٹریننگ آف ٹرینرز“ کا یہ سلسلہ 16 اگست تک جاری رہے گا۔ 12 جولائی کو شمالی پنجاب بشمول اسلام آباد، 21 جولائی کو لاہور، 23 جولائی کو سندھ، 26 جولائی کو کشمیر، 30 جولائی کو ہزارہ، 16 اگست کو کراچی زون کی ٹریننگ کی جائے گی۔

25 جون کو جنوبی پنجاب زون کی راہ نما اس ٹریننگ ورکشاپ کا حصہ بنیں ، منہاج ویمن لیگ کی خواتین رہنماؤں کو مصطفوی معاشرے کے قیام، تنظیم سازی اور جدید ذرائع ابلاغ کے مؤثر استعمال پر عملی رہنمائی مہیا کی گئی۔ اس پہلی تربیتی نشست کا مقصد خواتین عہدیداران کو دعوت، تنظیم، تربیت، تحریک، مراکزِ علم کے قیام، مصطفوی معاشرے کے خواب اور سوشل میڈیا کے مؤثر استعمال سے متعلق آگاہ کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت حافظہ سحر عنبرین نے حاصل کی، جبکہ عالیہ پروین نے نعتِ رسول مقبول ﷺ پیش کی۔

تقریب سے نائب ناظم اعلیٰ تنظیمات تحریک منہاج القرآن محمد رفیق نجم نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دنیا میں جتنے بھی انقلابی کام ہوئے، ان کے پیچھے کسی نہ کسی باہمت خاتون کا کردار ہوتا ہے۔ انہوں نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی و تحریکی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ وہ 21 برس کی عمر میں قرآن مجید کا مکمل مطالعہ کر چکے تھے اور گزشتہ نصف صدی سے مصطفوی معاشرہ کے قیام کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔ ناظم تربیت علامہ غلام مرتضیٰ علوی نے شرکاء کو مراکزِ علم کے دائرہ کار اور ذمہ داریوں سے آگاہ کیا، جبکہ ڈائریکٹر سوشل میڈیا عبدالستار منہاجین نے سوشل میڈیا کے مثبت استعمال اور ذمہ داریوں پر مفصل گفتگو کی۔ انہوں نے بتایا کہ آج کا دور سوشل میڈیا کا ہے جہاں ہر فرد رائے کا اظہار کر سکتا ہے، جو کبھی ممکن نہ تھا۔ انہوں نے "منہاج 365" ایپ کا تعارف بھی پیش کیا جس میں تحریک سے متعلق تمام ضروری مواد دستیاب ہے۔

ہیڈ کوآرڈینیشن کونسل منہاج ویمن لیگ لبنیٰ مشتاق نے تربیتی سیشن میں مراکزِ علم کے حوالے سے ورکنگ پلان اور ان کے اغراض و مقاصد بیان کیے اور شرکاء کو تاکید کی کہ وہ حاصل شدہ تربیت کو اپنے اپنے اضلاع میں منتقل کریں، ممبر کوآرڈینیشن کونسل صائمہ نور نے تحریک کے نظریات، مقاصد، تجدیدِ دین اور نیکی کی دعوت کے حوالے سے بریفنگ دیتے ہوئے کہا کہ منہاج القرآن دنیا بھر میں اسلام کا آفاقی پیغام عام کر رہی ہے اور اس کا پورا نظریہ قرآن و سنت سے ماخوذ ہے۔ تقریب میں تحریک منہاج القرآن کے نائب ناظمین اعلیٰ محمد رفیق نجم، بریگیڈیئر (ر) عمر حیات، غلام مرتضیٰ

فریدی سمیت منہاج ویمن لیگ کی مرکزی عہدیداران لبنیٰ مشتاق، صائمہ نور، حرا دلبر اعوان، حافظہ سحر عنبرین، رابعہ شفق، عائشہ بتول، اقراء مبین اور جنوبی پنجاب کی ضلعی تنظیمات کی ذمہ دار خواتین نے بھرپور شرکت کی۔

تربیت کی اہمیت

خواتین کی تربیت ایک پرامن اور خوشحال معاشرہ کے لئے ناگزیر ہے۔ خواتین کو تعلیم کے ساتھ ساتھ اس قابل بنانا کہ وہ سوسائٹی کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں نہایت اہم ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری خواتین کو سوسائٹی کا ایک فعال رکن دیکھنا چاہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ منہاج القرآن میں جب خواتین کی تربیت کی بات کی جاتی ہے تو اس کا مطلب اُن کو سماجی، معاشی اعتبار سے مضبوط بنانا ہوتا ہے، منہاج القرآن نے مردوں کے شانہ بشانہ خواتین کو بطور داعیہ مقام بھی دیا ہے۔ خواتین معاشرے کا ایک اہم اور بنیادی جزو ہیں۔ وہ نہ صرف خاندان کی بنیاد ہوتی ہیں بلکہ قوم کی ترقی اور استحکام میں بھی کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ خواتین کی تعلیم و تربیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ دونوں عناصر ان کی شخصیت کو مکمل کرتے ہیں اور انہیں معاشرے میں ایک باوقار اور بااختیار مقام دلاتے ہیں۔ تربیت سے انسان کی شخصیت سنورتی ہے اور اسے معاشرے کا ایک ذمہ دار فرد بنانے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ خواتین کے لیے یہ تربیت اس لیے زیادہ اہم ہے کہ وہ خاندان کی معمار ہوتی ہیں۔ تعلیم و تربیت کی حامل اور اخلاقی طور پر مضبوط عورت نہ صرف اپنی ذات کے لیے بلکہ اپنے خاندان اور معاشرے کے لیے بھی ایک مثالی کردار ادا کرتی ہے۔

خاندانی استحکام

خواتین کی تعلیم و تربیت خوشحال معاشرے کے ساتھ ساتھ ایک مضبوط خاندان کی بھی ضرورت ہے۔ ایک ایسی عورت جو صبر، ایمانداری، احترام اور محبت جیسے اوصاف سے آراستہ ہو وہ اپنے بچوں اور

خاندان کے دیگر افراد میں بھی ان خوبیوں کو پروان چڑھاتی ہے۔ وہ گھر کو امن اور سکون کا گہوارہ بناتی ہے، جو معاشرے کی ترقی کی بنیاد ہے۔

معاشرتی ہم آہنگی

تربیت خواتین کو معاشرتی اقدار کا احترام سکھاتی ہے، خدمت انسانیت سکھاتی ہے، ایسی خواتین جو دوسروں کے حقوق کا خیال رکھتی ہیں، ہمدردی اور انصاف کا دامن تھامتی ہیں، معاشرے میں ہم آہنگی اور اتحاد کو فروغ دیتی ہیں۔ ان کا کردار معاشرتی تنازعات کو کم کرنے اور مثبت رویوں کو عام کرنے میں اہم ہوتا ہے۔

نئی نسل کی تربیت

ماں بچوں کی پہلی معلم ہوتی ہے۔ ایک اخلاقی طور پر پختہ عورت اپنے بچوں میں ایمانداری، محنت، اور احترام جیسے اوصاف پیدا کرتی ہے۔ اس طرح وہ نئی نسل کو ایک بہتر معاشرے کی تشکیل کے لیے تیار کرتی ہے۔ تعلیم کے ساتھ ہنر سیکھنے کی ضرورت تعلیم خواتین کی ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور انہیں خود مختار بنانے کا اہم ذریعہ ہے، لیکن محض کتابی علم کافی نہیں۔ ہنر سیکھنا خواتین کو معاشی اور سماجی طور پر مضبوط بناتا ہے۔

معاشی خود مختاری

اسلام نے خواتین کی معاشی خود مختاری کا بھرپور خیال رکھا ہے، انہیں وراثت میں حصہ کا حق دار ٹھہرایا ہے۔ اسلام کے اسی معاشی تصور کے تحت منہاج القرآن ویمن لیگ نے وائس کا ادارہ قائم کیا تاکہ خواتین کو معاشی اعتبار سے پائوں پر کھڑا کیا جائے۔ سلائی، کڑھائی، کمپیوٹر کی مہارت، کھانا پکانے کی تربیت، یا دیگر پیشہ ورانہ ہنر سیکھ کر خواتین نہ صرف اپنے خاندان کی مالی ضروریات پوری کر سکتی ہیں بلکہ معاشرے میں اپنا مقام بھی مضبوط کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک خاتون جو سلائی کا ہنر جانتی ہو، گھر سے کپڑوں کی سلائی کا کام شروع کر کے اپنے خاندان کے لیے اضافی آمدنی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

خود اعتمادی اور خود انحصاری

ہنر سیکھنے سے خواتین میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ جب وہ اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کرتی ہیں اور اپنے ہاتھوں سے کچھ تخلیق کرتی ہیں، تو ان کا خود پر اعتماد بڑھتا ہے۔ یہ اعتماد انہیں زندگی کے مختلف شعبوں میں آگے بڑھنے کی ہمت دیتا ہے۔

سماجی مقام اور عزت

آج کے تیزی سے بدلتے ہوئے دور میں تکنیکی اور پیشہ ورانہ ہنر سیکھنا ناگزیر ہے۔ خواتین جو جدید ٹیکنالوجی، جیسے کہ گرافک ڈیزائننگ، ڈیجیٹل مارکیٹنگ، یا کوڈنگ سیکھتی ہیں، وہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مواقع حاصل کر سکتی ہیں۔ اخلاقی تربیت سیکھنا عورت کو بااختیار اور پراعتماد بناتا ہے۔

منہاج القرآن ویمن لیگ خواتین کی تربیت کے مختلف شعبوں میں اپنی خدمات انجام دے رہی ہے۔ دین کی تعلیم اور اس کا عملی اظہار خواتین کو ایک متوازن طرز حیات سے ہم آہنگ کرنا ہے۔ شیخ الاسلام نے ہمیشہ خواتین کو مردوں کے شانہ بشانہ سوسائٹی کا فعال رکن بنانے کے لئے فکری اور عملی راہ نمائی مہیا کی ہے۔

سطور بالا میں ٹریننگ کا جو شیڈول دیا گیا ہے یہ ایک انقلاب آفریں پروگرام ہے جس کے دوررس نتائج پیدا ہونگے۔ منہاج القرآن کی سپریم کونسل کے چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے ٹریننگ پروگرام کو بے حد سراہا اور اسے ایک ناگزیر ضرورت قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ بامقصد زندگی گزارنے کے لئے تربیت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

خواتین میں بیداری شعور و آگہی کے لیے کوشاں

ماہنامہ دختران اسلام لاہور

کی سالانہ خریداری حاصل کریں

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ
بیگم رفعت جبین قادری

فی شمارہ: 60 روپے
سالانہ خریداری: 700 روپے

اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات، دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات کو سالانہ خریداری کی صورت میں تحفہ بھجوائیں

365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-5169111-3, 111-140-140 Ext: 149
Whatsapp: 0305-4547289, 0300-8105740
www.minhaj.info, Email: sisters@minhaj.org

ٹریننگ آف ٹرینرز
رجسٹریشن ڈیسک
2025
منہاج القرآن ویمن لیگ

Welcome

RAINING
of
Minhaj-ul-Q
eague

G
FOCU
Organizational
Structured Me

2025

Okara
Sahiwal

Okara
Sahiwal

1951–1970
The Dawn of a New Era / Acquiring Education & Spiritual Training

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدّین قادری کی معرکہ آراء تصانیف

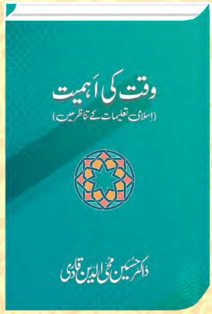

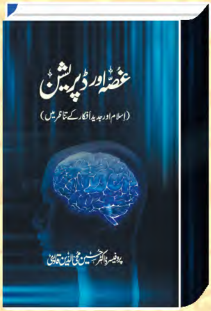

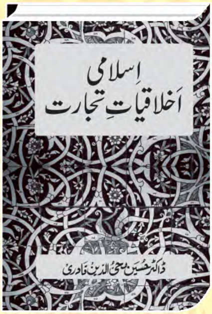

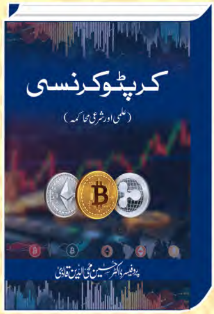

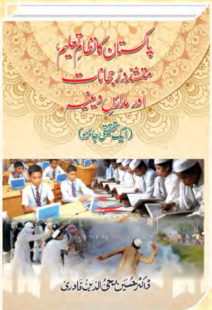

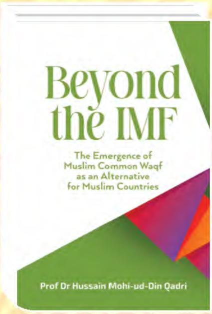

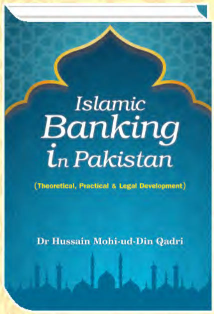

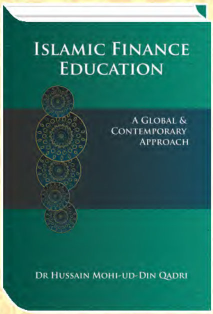

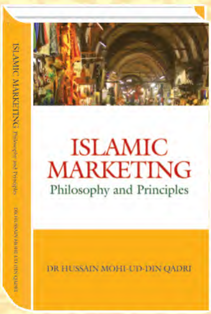

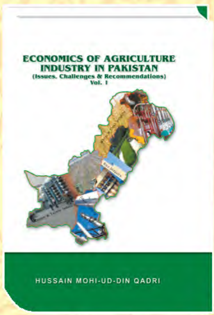

DUKHTARAN-E-ISLAM
JULY-2025
LAHORE
Regd CPL No.45

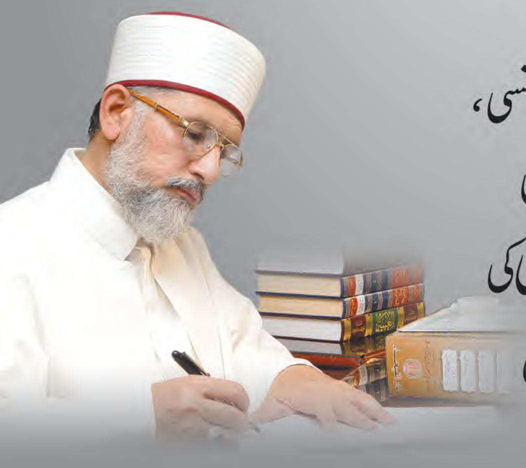

علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی،
فقہی و قانونی، انقلابی اور فکری و عصری
موضوعات پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی
650 سے زائد کتب دستیاب ہیں